ماہنامہ

اِنذار

جون 2017ء

مدیر
ابو یحییٰ

روزے کی مشکل عبادت
اس لیے فرض کی گئی ہے کہ لوگ جانیں
کہ عام حالات میں ان کے رب نے انہیں
کتنی آسان زندگی دے رکھی ہے

www.inzaar.org

ماہنامہ

اِنذار

جون 2017ء رمضان المبارک 1438ھ

جلد 5 شمارہ 6

	فطری رہبانیت	02
	سوشل میڈیا اور بیس اور تیس کی گنتی	03
	حاصل قرآن	04
	اللہ کی بڑائی اور روزہ	05
	روزہ اور خدا کا قرب	06
	قضا روزے اور قوت ارادی	08
	خواتین اور مسجد کی نماز	09
سوال وجواب — ابویحییٰ	رمضان کے اعمال	11
جاوید چوہدری	ورنہ لوگ	12
ڈاکٹر محمد عقیل	شکر گزاری اور ناشکری کیا ہے؟	16
سحر شاہ	خاموش کلام	18
سید شارق وقار	شہر کا امن	21
مضامین قرآن — ابویحییٰ	مضامین قرآن (39)	22
ابویحییٰ	توہین رسالہ: ایک بنیادی نکتہ	28
ابویحییٰ	ان ربك سريع العقاب	34
فرح رضوان	سورج اور چاند	37
مبشر نذیر	ترکی کا سفرنامہ (43)	40
پروین سلطانہ حنا	غزل	44

فی شمارہ ___ 25 روپے

سالانہ: کراچی (بذریعہ کوریئر) 500 روپے

بیرون کراچی (نارمل پوسٹ) 400 روپے

(زرتعاون بذریعہ منی آرڈر یا ڈرافٹ)

بیرون ملک 2500 روپے

(زرتعاون بذریعہ پوسٹل پیپر آرڈر یا ڈرافٹ)

نارتھ امریکہ: فی شمارہ 2 ڈالر

سالانہ 24 ڈالر

P.O Box-7285, Karachi.

فون: 0332-3051201, 0345-8206011

ای میل: globalinzaar@gmail.com

web: www.inzaar.org

فطری رہبانیت

حال ہی میں بھارتی اداکار ونود کھنہ کا انتقال ہوگیا۔ موجودہ نسل ان سے پوری طرح واقف نہیں، مگر اسی کی دہائی میں وی سی آر پر بھارتی فلمیں دیکھنے کے دورِ جنون میں جو نسل پروان چڑھی وہ جانتی ہے کہ ونود کھنہ ستر اور اسی کی دہائی میں انڈیا کے مشہور اور خوبصورت ترین ہیرو تھے۔

ونود کھنہ اپنے عین عروج میں سن 1982 میں فلم انڈسری کو چھوڑ کر اپنے روحانی پیشوا اور گرو رجنیش کے آشرم چلے گئے اور وہاں پانچ سال تک ایک مالی کا کام کر کے روحانی سکون حاصل کرتے رہے۔ اس عمل میں انھوں نے فلم انڈسٹری کی چکا چوند ہی نہیں، خاندانی سکون اور اپنے دو بچوں اور بیوی کو بھی بے آسرا چھوڑ دیا تھا۔ جس کے بعد ان کی بیوی نے ان سے طلاق لے لی تھی۔ اس کے بعد وہ لوٹے، دوبارہ شادی کی، فلموں میں کام کیا، سیاست میں حصہ لے کر وزیر تک بنے، لیکن ان کے خاندان کو جو نقصان پہنچنا تھا، پہنچ چکا تھا۔

مادیت کی دلدل میں گردن تک ڈوبے ہر انسان کو ایک روحانی غسل کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ دیگر مذاہب میں اس کا جو طریقہ معروف ہے وہ ترک دنیا کا ہے۔ مگر اس کی قیمت وہ ہوتی ہے جو ونود کھنہ نے دی یا پھر لوگ مادیت کا علاج مزید مادیت سے کرتے ہیں۔ مگر یہ مزید مادیت دنیا میں مزید خرابی، خونریزی، کرپشن، نشہ بازی اور بدکاری وغیرہ کا سبب بنتی ہے۔

اس کے بعد برعکس اسلام نے اپنے نظام عبادت میں روحانیت کو شامل کر دیا ہے۔ ہر روز پنج وقتہ نماز انسان کو کچھ دیر دنیا سے کاٹ کر مسجد میں یہی روحانی سکون عطا کرتی ہے۔ مال کی زکوٰۃ پیسہ جمع کرنے کے جذبے کی جڑ کاٹتی ہے۔ سال میں ایک ماہ کا روزہ کھانا پینا اور ازدواجی تعلق چھڑا کر عملاً ترک دنیا کا تجربہ کراتی ہے۔ اعتکاف اسی کی انتہائی شکل ہے۔ جبکہ حج وعمرہ گھر بار چھڑوا کر انسان کو ایک مکمل روحانی غسل دیتی ہے۔ یہی وہ فطری رہبانیت ہے جس سے انسان کو دنیا کی ذمہ داریاں چھوڑے بغیر مکمل روحانی سکون ملتا ہے۔

سوشل میڈیا اور تیس اور بیس کی گنتی

ایک زمانہ تھا کہ لوگ مجلسوں، کھیل کے میدانوں، ٹی وی، فلموں، ڈراموں اور دیگر کھیل تماشوں میں خود کو مصروف رکھ کر روزے کا ''مشکل وقت'' کاٹا کرتا تھے، اب اس لسٹ میں فیس بک اور سوشل میڈیا مزید شامل ہو گئے ہیں۔

ایسے میں اس بات کی یاددہانی کی بہت ضرورت ہے کہ رمضان رب العالمین سے جڑنے کا مہینہ ہے۔ یہ اپنا احتساب کرنے کا مہینہ ہے۔ آپ فیس بک اور ٹی وی پر اچھے لکھنے اور بولنے والوں سے ضرور استفادہ کریں، مگر وقت کے زیاں سے بچیں۔ یاد رکھیے کہ یہ مہینہ بولنے کے بجائے چپ رہ کر اپنا احتساب کرنے اور ذکر وفکر اور عبادت سے اپنی روحانیت کو بڑھانے کا مہینہ ہے۔ یہ خدا کے فیضان کو پانے کا مہینہ ہے۔ یہ خدائی فیضان سوشل میڈیا کے کسی لایعنی مباحثے میں نہیں ملتا۔ یہ فیضان ذکر وفکر کے ذہنی اعتکاف، خدا کے سامنے گڑگڑانے، لمحہ لمحہ اسے یاد کرنے، اس کی نعمتوں کے اعتراف سے ملتا ہے۔

یہ مہینہ تیس روزے اور بیس تراویح کی گنتی پوری کر کے باقی وقت ٹی وی اور فیس بک کو دینے کا نہیں، بلکہ کوانٹٹی سے زیادہ کوالٹی پیدا کرنے کا مہینہ ہے۔ کوالٹی مخلوق سے کٹ کر خالق سے جڑنے سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ قرآن مجید سے اتنا مضبوط ذہنی تعلق پیدا کرنے سے ہوتی ہے کہ انسان جنت کو اپنی چشم تصور سے دیکھ کر اس کے لیے سراپا فریاد بن جائے۔ جہنم کی آگ کو اپنے فکر و خیال کے آئینے میں بھڑکتا دیکھ کر اس سے نجات کو اپنا اصل مسئلہ بنا لے۔ سرکار دوعالم کے اخلاق عالیہ کو قرآن کے صفحات پر زندہ دیکھ کر انھیں اپنا رول ماڈل بنا لے۔

اس لیے خدارا! اس ماہِ مقدسہ کو ضائع نہ کریں۔ کچھ عرصہ کے لیے فیس بک کے شوغل اور ٹی وی پروگراموں کے ہنگامے سے نکل کر ذکر وفکر پر مبنی ذہنی اعتکاف کی تنہائی میں چلے جائیں۔ قرآن مجید اور اپنے رب کے ساتھ فکری اعتکاف کر لیں۔ اس کے حیرت انگیز نتائج آپ دیکھیں گے۔ ورنہ پھر تیس اور بیس کی گنتی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

حاصل قرآن

رمضان قرآن مجید کا مہینہ ہے۔ قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھنا، تدبر کے ساتھ اس کا مطالعہ کرنا اور اس کے ساتھ ذہنی اعتکاف کرنا اس ماہ کی بہترین عبادات ہیں۔ یہ گویا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلوت میں گفتگو کرنے کی ایک فکری اور قلبی واردات ہوتی ہے۔

قرآن مجید کو جب خالی الذہن ہو کر صرف اس کی بات سمجھنے کے لیے پڑھا جاتا ہے تو دو باتیں روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہیں۔ ان میں سے پہلی یہ ہے کہ قرآن مجید کی مرکزی دعوت یہ ہے کہ انسان اپنے جذبات، احساسات، محبت، عبادت، نصرت، اطاعت، حمیت اور حمایت کا اصل مرکز صرف اللہ تعالیٰ کو بنا لے۔ قرآن صرف ایک خدا کی عبادت ہی کی بات نہیں کرتا بلکہ اسے فرد کی زندگی کا مرکزی خیال بنا دیتا ہے۔ یہی قرآن کی بنیادی دعوت ہے۔

قرآن مجید کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ قرآن مجید اپنی دعوت کے لیے جو دلائل دیتا ہے وہ اول تا آخر عقلی دلائل ہیں۔ جذباتی دلیل تو دور کی بات ہے، قرآن جذباتی اسلوب میں بھی کم ہی گفتگو کرتا ہے۔ جذباتی دلائل اگر قرآن نے نقل کیے ہیں تو وہ کفار کے ہیں۔ مثلاً کفار یہ کہتے تھے کہ ہم نے اپنے باپ دادا اور بزرگوں کو اس دین شرک پر پایا ہے۔ یہ غلط کیسے ہو سکتا ہے۔ آباء واجداد کی تقلید کی یہ دلیل اتنی وزنی ہے کہ کسی بھی عقلی بات کو اڑا کر رکھ سکتی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ سرتاسر ایک جذباتی دلیل ہے جس کی علم کی دنیا میں کوئی وقعت نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ یہی جذباتی انداز فکر آج ہمارے ہاں مقبولیت کا معیار ہے۔

مخلوق کے بجائے ایک خالق کو محبت اور عبادت کا مرکز ہونا چاہیے، یہی قرآن مجید کی دعوت ہے۔ جذباتیت کے بجائے معقولیت کو حق و باطل کا معیار ہونا چاہیے، یہی قرآن مجید کا استدلال ہے۔ یہی اس فقیر کے زندگی بھر کے فہم قرآن کا خلاصہ ہے۔

اللہ کی بڑائی اور روزہ

قرآن مجید میں روزہ کی حکمتیں بیان کرتے ہوئے یہ بات کہی گئی ہے کہ اللہ نے جو ہدایت تمھیں دی ہے، تم اس پر اللہ کی بڑائی کرو، (البقرہ 185:2)۔

کسی کو بڑا سمجھنے کے دو معروف طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ زبانی طور پر اس کی بڑائی بیان کی جائے۔ دوسرا یہ ہے کہ اس کی بڑائی کی بنا پر اس کی بات مان لی جائے۔ چنانچہ ان دونوں طریقوں ہی سے روزوں کے ساتھ اللہ کی بڑائی بیان کی جاتی ہے۔

زبانی طور پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنے کی شکل عید کی نماز میں پڑھی جانے والی اضافی تکبیرات ہیں۔ تاہم عملی طور پر روزہ رکھنا خود اللہ کی بڑائی کا سب سے بڑا اظہار ہے۔ روزے میں انسان اللہ کے حکم پر اپنی بنیادی ضروریات سے رک جاتا ہے۔ روزے کی حالت میں ایک مسلمان اپنے اوپر جن پابندیوں کو عائد کر لیتا ہے ان کا تصور بھی عام حالات میں نہیں کیا جاسکتا۔ کسی ہستی کے ایک اشارے پر کھانا چھوڑنا، پانی چھوڑنا، ازدواجی تعلقات سے رک جانا اس بات کا اظہار ہے کہ انسان کے لیے وہ ہستی کتنی اہم اور کتنی بڑی ہے۔

چنانچہ ایک مومن جب روزہ رکھتا ہے تو وہ زبان حال سے اللہ تعالیٰ کو یہ پیغام دیتا ہے کہ مالک تیرے حکم پر میں نے اپنی ساری ضروریات چھوڑ دیں۔ تیرا حکم تھا کھانا چھوڑ دو، چھوڑ دیا۔ تیرا حکم تھا پانی چھوڑ دو، چھوڑ دیا۔ تیرا حکم تھا جائز تعلق چھوڑ دو، وہ بھی چھوڑ دیا۔ پروردگار اس سے بڑھ کر تیری کبریائی میں اور کیسے بیان کروں۔ میں اور کس طرح اعلان کروں کہ میرے وجود پر تیرا ہی راج ہے اور میرے دل میں تیری ہی بڑائی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی بڑائی کی اس اسپرٹ کے ساتھ روزہ رکھا جائے تو پھر انسان کبھی خدا کا نافرمان نہیں ہوسکتا۔ پھر تقویٰ انسان کا راستہ اور جنت اس کی منزل بن جاتی ہے۔

روزہ اور خدا کا قرب

قرآن مجید میں روزہ کے احکام سورہ بقرہ کی آیات 183 تا 187 میں بیان کیے گئے ہیں۔اسی ضمن میں آنے والی آیت 186 کا ترجمہ درج ذیل ہے:

''اور جب میرے بندے میرے بارے میں تم سے دریافت کریں تو (تو ان کو بتادو کہ) میں ان سے قریب ہی ہوں۔ پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔لہٰذا ان کو چاہیے میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان رکھیں تا کہ وہ صحیح راہ پر رہیں۔''

اس آیت میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں ان کا براہ راست روزے سے کوئی تعلق محسوس نہیں ہوتا۔ یہ قرآن مجید میں کسی اور مقام پر بھی آ سکتی تھیں۔مگر اس آیت کو عین روزے سے متعلق احکام کے بیچ میں رکھ دیا گیا ہے۔جس سے محسوس ہوتا ہے کہ اس آیات میں جو کچھ بیان گیا گیا ہے اس کا روزے سے براہ راست تعلق ہے۔

اس آیت کا مرکزی خیال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے نہ صرف قریب ہیں بلکہ ان کی ہر پکار کا جواب بھی دیتے ہیں۔نزول وحی کے وقت اس کی ایک شکل یہ تھی کہ عام لوگوں کے ذہن میں جب کوئی سوال پیدا ہو جاتا یا لوگ جب اپنا کوئی معاملہ لے کر اللہ کے رسول کے پاس آجاتے تو اللہ تعالیٰ وحی دے کر جبریل امین کو بھیجتے اور اپنے بندوں کی پکار کا علانیہ جواب دیتے۔رمضان کی راتوں میں بیویوں کے پاس جانے سے لے کر بیویوں کو اپنی ماؤں جیسا قرار دینے کے حوالے سے درجنوں سوالات اور ان کے جواب قرآن مجید میں اسی پس منظر میں بیان ہوئے ہیں۔

لیکن روزوں کے حوالے سے اس آیت کا ایک خصوصی پیغام ہے۔وہ یہ کہ رمضان کے مہینے میں روزے رکھ کر اور یوں اللہ کے حکم پر لبیک کہہ کر بندے اپنے ایمان کا جو ثبوت دیتے ہیں، اس کا ثمرہ خدا کے قرب کا تجربہ ہے۔شرط یہ ہے کہ روزہ لوگوں کی دیکھا دیکھی اور رسم و عادت کے

طور پر نہ رکھا گیا ہو بلکہ روزہ کے قانون کے ساتھ یہ احساس بھی زندہ ہو کہ روزہ درحقیقت خدا کی بڑائی، اس کی اطاعت اور اس کی شکر گزاری کے اعلیٰ ترین جذبات کا مظہر ہے۔

جب انسان اس احساس کے ساتھ روزہ رکھتا ہے کہ اس نے خدا کو بڑا مان کر اپنے بنیادی جبلی تقاضوں کو روک لگا دی ہے، جب انسان اس احساس کے ساتھ روزہ رکھتا ہے کہ وہ خدا کے لیے ناجائز ہی نہیں بلکہ جائز چیزوں کو بھی چھوڑنے کے لیے تیار ہے، جب انسان اس احساس کے ساتھ روزہ رکھتا ہے کہ تھوڑی دیر بھوک اور پیاس کا تجربہ کر کے اس نے خدا کی نعمتوں کی کثرت اور عظمت کو جان لیا ہے تو پھر انسان کی روحانیت لازماً بلند ہو جاتی ہے۔

یہ روحانیت انسان کو اپنے مالک کے قرب کا تجربہ کراتی ہے۔ پھر انسان پر وہ دعائیں الہام ہوتی ہیں جن کا قبول ہونا مقدر ہوتا ہے۔ انسان وہ ذکر کرتا ہے جسے خدا خود سنتا اور فرشتوں میں فخر سے بیان کرتا ہے۔ انسان کو اس سجدے، رکوع اور قیام کی توفیق ہوتی ہے جس کی لذت اسے سونے نہیں دیتی۔ ایسا انسان خدا کی معیت کا زندہ تجربہ کرتا ہے۔ اس طرح کہ وہ خدا کو پکارتا ہے اور اس کا دل یہ بتاتا ہے کہ اس کی بات سنی گئی ہے۔

مگر یہ بات دل کی دنیا تک محدود نہیں رہتی۔ رمضان گزر جاتے ہیں اور پھر ایک روز انسان کو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے خدا کو جس بات کے لیے پکارا تھا وہ پوری ہوگئی۔ جو پوری نہیں ہوئی، اس سے بہتر نعمت اسے دے دی گئی۔ جو غم والم زندگی میں آیا اس کے ساتھ صبر وسکون بھی عطا ہو گیا۔ یہ اس بات کا زندہ ثبوت ہوتا ہے کہ خدا زندہ ہے۔ قریب ہے۔ مجیب ہے۔

رمضان خدا کے قرب اور اس کی موجودگی کو جاننے کا سب سے سنہری موقع ہوتا ہے۔ مگر یہ موقع انھی کو ملتا ہے جو رمضان میں اپنے ذہن کو دوسری ساری سرگرمیوں سے ہٹا کر خدا کی سمت لگا دیں۔ باقی لوگوں کو بہت ہوا تو کچھ ثواب مل جائے گا۔ خدا کا قرب نہیں۔

قضا روزے اور قوت ارادی

عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ لوگ رمضان کے ایک ماہ کے روزے چاہے وہ گرمیوں کے سخت ،طویل اور مشکل روزے ہوں رکھ لیتے ہیں ۔لیکن جن لوگوں کے کچھ روزے سفر، مرض یا مخصوص ایام کی وجہ سے چھوٹ جائیں ،ان کے لیے یہ روزے رکھنا ماہ رمضان کے پورے مہینے کے روزے رکھنے کے مقابلے میں زیادہ مشکل ثابت ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ سہولت دی گئی ہے کہ لوگ یہ روزے بعد کے دنوں میں اپنی مرضی، آسانی اور حالات کے لحاظ سے رکھ سکتے ہیں ۔

اس کی ایک اہم وجہ یہ ہوتی ہے کہ رمضان میں لوگ اپنی قوت ارادی کو استعمال کرتے ہیں اور روزہ رکھ لیتے ہیں ۔ اس کے برعکس قضا روزوں میں لوگ اس قوت ارادی کو استعمال نہیں کرتے ۔یوں یہ روزے موخر ہوتے چلے جاتے ہیں ۔کچھ لوگ بمشکل تمام سال گزرنے کے قریب اپنے قضا روزے پورے کرتے ہیں اور کچھ لوگوں کے کئی برس کے روزے جمع ہوجاتے ہیں جنھیں پورا کرنا بہت مشکل ہوجاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قوت ارادی انسان کی سب سے بڑی طاقت ہے۔ ہمارے روزے ہمیں اپنے اندر موجود قوت ارادی کی اس غیر معمولی طاقت سے آگاہ کرتے ہیں۔روزے ہمیں بتاتے ہیں کہ ہم چاہیں تو موسم کی سختی، بھوک پیاس اور دیگر لذات سے محروم رہ کر بھی بندگی کے تقاضے نبھا سکتے ہیں۔ چاہے نماز کی پابندی ہو یا سکون سے نماز ادا کرنا ہو، چاہے بے حیائی کے کاموں سے دور رہنا ہو یا پیسے اور وقت کے زیاں سے بچنا ہو۔ ہر چیز قوت ارادی پر منحصر ہے۔

مگر جب ہم اس قوت ارادی کو استعمال نہیں کرتے تو روزہ رکھنا تو دور کی بات ہے روزمرہ کے چھوٹے چھوٹے امور کی انجام دہی بھی ایک مسئلہ بن جاتی ہے۔اس لیے جب ہم روزہ رکھیں تو یاد رکھیں کہ ہم اپنی سب سے بڑی قوت کو دریافت کررہے ہیں۔یہی قوت ہمیں ناقابل شکست بناتی ہے۔

خواتین اور مسجد کی نماز

خواتین کی مسجد میں نماز کے حوالے سے جب بھی گفتگو ہوتی ہے تو ہمارے ہاں یہ ایک جذباتی مسئلہ بن جاتا ہے۔ حالانکہ اب یہ ایک علمی اور عملی مسئلہ ہے اور اسی پہلو سے اس کا جائزہ لینا چاہیے۔

پہلے عملی پہلو کو لے لیجیے۔ جیسے ہی یہ بات کی جاتی ہے لوگ فضیلت کی ایک بالکل غیر متعلق بحث اٹھا دیتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ خواتین کی مسجد میں حاضری اب فضیلت کا نہیں بلکہ ضرورت کا مسئلہ بن چکا ہے۔ آج کل کی خواتین معمول کی بنیاد پر ملازمت وغیرہ کے لیے گھر سے باہر نکلتی ہیں۔ بہت سی خواتین بازار یا راستے میں ہوتی ہیں کہ نماز کا وقت ہو جاتا ہے۔ ایسی تمام خواتین کے سامنے زیادہ فضیلت والی یا کم فضیلت والی نماز کا کوئی انتخاب نہیں ہوتا بلکہ انتخاب یہ ہوتا ہے کہ نماز پڑھیں یا قضا کر دیں۔ اس وقت تو یہی ہوتا ہے کہ ضرورت کے تحت بھی گھر سے باہر نکلنے والی خواتین کی نمازوں کا وقت گزر جاتا ہے اور وہ چاہنے کے باوجود نماز ادا نہیں کر پاتیں کہ مساجد میں خواتین کے داخلہ کا کوئی تصور ہمارے ہاں نہیں ہے۔ حالانکہ بیشتر مساجد میں اتنی گنجائش ہوتی ہے کہ خواتین کی الگ جگہ بنائی جا سکے جیسے کہ سعودی عرب وغیرہ میں مساجد میں خواتین کی نماز کی جگہ موجود ہوتی ہے۔

علمی پہلو سے لیجیے تو یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد کے ادوار میں خواتین مساجد میں حاضر ہوتی رہی تھیں۔ حالانکہ اُس دور میں خواتین کی اس طرح الگ جگہ مخصوص نہ تھی جس طرح آج بنانا ممکن ہو چکا ہے۔ خواتین کی صفیں مردوں کے پیچھے ہی ہوا کرتی تھیں۔ غالباً یہی وہ پس منظر تھا جس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بعض خواتین کی بے احتیاطی کو دیکھ کر یہ کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھتے تو مسجد جانے کی

اجازت نہ دیتے۔

ظاہر ہے کہ مسجد عبادت اور پاکیزگی کی جگہ ہے۔ اس میں خواتین اگر اپنی نمائش یا کسی اور ذریعے سے اپنی یا مردوں کی توجہ عبادت کے بجائے صنف مخالف کی طرف مبذول کرانے کا سبب بنتی ہیں تو یہ بالکل نامناسب ہوگا۔ تاہم آج کل کے دور میں جب خواتین کی بالکل علیحدہ جگہ مختص کرنا ممکن ہوگیا ہے، حضرت عائشہ کی اس بات کو پیش کرنا بالکل غیر متعلق بات ہے۔ یہ بات صرف اسی وقت درست تھی جب مرد و زن ایک ہی جگہ آگے پیچھے نماز پڑھ رہے ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین پر مسجد میں آنے کی کوئی ممانعت نہیں کی بلکہ اس کے بالکل برعکس گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاندان اور معاشرے کے مردوں کو صراحتاً یہ حکم دیا ہے کہ وہ خواتین کو مسجد میں آنے سے نہ روکیں۔ صحیحین کی ایک روایت کے مطابق آپ نے فرمایا کہ اللہ کی بندیوں کو مساجد میں آنے سے نہ روکو۔ صحیحین کی ایک اور روایت کے مطابق آپ نے فرمایا کہ عورتیں رات کی نماز کے لیے مسجد جانے کی اجازت طلب کریں تو انھیں نہ روکو۔ حتیٰ کہ صورتحال یہ ہوگئی کہ ایک موقع پر نماز فجر کے لیے جانے والی ایک خاتون کے ساتھ زنا بالجبر کا ارتکاب کیا گیا۔ پھر بھی خواتین کے مسجد آنے کی حوصلہ شکنی نہیں کی گئی نہ پابندی لگائی گئی۔

ان تمام حقائق اور احادیث کی بنا پر خواتین کے مسجد آنے پر لگی غیر علانیہ پابندی کو اب ختم ہونا چاہیے۔ ہاں کسی کو یہ بتانا ہے کہ خواتین کے لیے گھر کی نماز میں زیادہ فضلیت ہے تو وہ ضرور بیان کرے۔ لیکن یہ دعویٰ کرنے کا کسی کو حق حاصل نہیں ہے کہ اللہ کی بندیوں کے اللہ کے گھروں میں جانے پر پابندی ہے۔ خاص طور پر ایک ایسے دور میں جہاں گھر سے باہر جانے والی خواتین کے لیے واحد راستہ یہی ہوتا ہے کہ وہ نماز کا وقت ہونے اور نماز پڑھنے کی خواہش کے باوجود نمازوں کو قضا کردیں۔

سوال و جواب

ابو یحییٰ

رمضان کے اعمال

سوال: ہم رمضان کیسے گزاریں؟ ہادیہ

جواب: رمضان گزارنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ روٹین میں جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں وہ ادا کریں۔ مگر ساتھ میں کچھ چیزوں کا اضافہ کرلیں۔

ایک تلاوت قرآن مع ترجمہ۔ ترجمہ پڑھنے یا سمجھنے میں مشکل ہو تو قرآن پڑھ کر میں نے جو ترجمہ و خلاصہ کیا ہے وہ سن لیں۔ اس سے قرآن کا اصل میسج انشاءاللہ واضح رہے گا۔ یہ آپ میری ویب سائٹ inzaar.org سے ڈاؤن لوڈ کرسکتی ہیں۔

دوسرا کچھ اضافی نوافل پڑھیے۔ خاص کر تہجد کا اگر ہو سکے تو ضرور اہتمام کیجیے۔

میری کتاب ''رحمتوں کے سائے میں'' کا مطالعہ فلسفہ رمضان جاننے کے لیے مددگار ہوگا۔ یہ میری سائٹ inzaar.org سے ڈاؤن لوڈ کی جاسکتی ہے۔ کتاب کی شکل میں چاہیے تو ادارے کے دفتر فون کر کے منگوالیں۔ اس میں روزے کی اسپرٹ کا بیان بھی ہے اور اپنا احتساب کا ایک بہت اچھا طریقہ بھی ہے۔ روزے کی اسپرٹ اگر حاصل ہے اور انسان اپنا احتساب کر رہا ہے تو یہی رمضان کا حاصل ہے۔

ساتھ میں چلتے پھرتے اللہ کا ذکر، شکر اور تفکر ضرور کرتی رہیں۔ توبہ استغفار، جنت کی دعا اور جہنم سے پناہ بھی مانگتی رہیں۔ یہ سب مسنون طریقے ہیں اور رمضان میں کرنے کے خصوصی کام ہیں۔

جاوید چوہدری

ورنہ لوگ

پانامہ میں 2006ء میں دوسو کے قریب لوگوں نے کھانسی کی ایک دواء استعمال کی اور ان میں سے 40 لوگ ہلاک ہو گئے۔حکومت نے تحقیقات کیں پتہ چلا یہ دواء چین سے درآمد ہوئی تھی اور یہ مضر صحت تھی حکومت نے چین کے سفیر کو طلب کر لیا۔سفیر نے اپنی حکومت کو ای میل کر دی چینی حکومت نے تفتیش شروع کی ایک ہفتے میں صورتحال کھل کر سامنے آ گئی معلوم ہوا چین کی فوڈ اینڈ ڈرگ اتھارٹی میں ژینگ ژیانو نام کا ایک ڈائریکٹر تھا یہ شخص کرپٹ تھا۔اس نے 8 ادویات ساز کمپنیوں سے ساڑھے آٹھ لاکھ ڈالر رشوت لی اور دو درجن ادویات کی منظوری دے دی یہ دواء بھی ان ادویات میں شامل تھی ژینگ ژیانو اس وقت تک ریٹائر ہو چکا تھا پولیس نے چھاپہ مارا اور اسے گرفتار کر لیا۔

مزید تحقیقات ہوئیں تو مزید انکشاف ہوا کہ زین زونگ نام کا ایک اور ڈائریکٹر بھی اس مکروہ دھندے میں شامل تھا وہ بھی غیر معیاری ادویات کی منظوری دیتا رہا۔حکومت نے اسے بھی گرفتار کر لیا یہ ملزمان دو ہفتوں میں مجرم ثابت ہو گئے حکومت نے کیس عدالت میں پیش کر دیا۔عدالت نے مئی 2007ء میں ژینگ اور جولائی 2007ء میں زین زونگ کو سزائے موت دے دی۔ ژینگ نے سزا کے خلاف اپیل دائر کر دی۔ژینگ کا کہنا تھا میں اپنا جرم تسلیم کرتا ہوں لیکن میری وجہ سے کوئی چینی شہری ہلاک نہیں ہوا میرے خلاف کوئی چینی مدعی بھی موجود نہیں لہٰذا میرے جرم کے مقابلے میں میری سزا زیادہ ہے میرے ساتھ رعایت کی جائے۔عدالت نے دو ہفتے میں اس کی اپیل نبٹا دی جج نے اپنے فیصلے میں لکھا یہ شخص نہ صرف انسانی جانوں کا قاتل ہے بلکہ اس کی وجہ سے پوری دنیا میں چین کی بدنامی بھی ہوئی چنانچہ یہ درندہ صفت انسان رعایت کے قابل نہیں۔

حکومت نے اپیل مسترد ہونے کے بعد ژینگ کو 10 جولائی 2007ء کو گولی مار کر ہلاک کر دیا جبکہ دوسرے ملزم زین زونگ کو بھی چند ہفتے بعد دوسری دنیا بھجوا دیا گیا۔ یہ کیس جتنا عرصہ چلتا رہا چینی میڈیا روز پانامہ ادویات اور فوڈ اینڈ ڈرگ اتھارٹی کے سابق ڈائریکٹرز کی خبریں شائع کرتا رہا یوں پانامہ چین میں خاصا مقبول ہو گیا۔

آپ اس کیس کا کمال دیکھئے یہ دونوں حضرات اگر پانامہ کے شہری ہوتے تو انہیں وہاں سزائے موت نہ ہوتی یہ زیادہ سے زیادہ دس برس کیلئے جیل بھجوا دیئے جاتے یا پھر ان کی جائیداد ضبط کر لی جاتی لیکن چین نے دس ہزار کلومیٹر دور ایک دوسرے ملک میں ادویات کے استعمال سے مرنے والے لوگوں کے بدلے اپنے دو ریٹائر افسروں کو سزائے موت دے دی کیوں؟ کیونکہ چین سمجھتا تھا یہ لوگ ملک کی بدنامی کا باعث بنے ہیں۔

آپ اب پاکستان کی مثال لیجئے۔ لاہور ملک کا دوسرا بڑا شہر ہے میو ہاسپٹل اس شہر کا قدیم ترین ہسپتال ہے 13 جنوری کو انکشاف ہوا میو ہسپتال میں دل کے مریضوں کو جعلی سٹنٹ ڈالے جاتے ہیں۔ یہ انکشاف ایف آئی اے کی ایک ٹیم نے کیا ایف آئی اے کا ایک صحت مند اسسٹنٹ ڈائریکٹر مریض بن کر ہسپتال گیا امراض قلب کے شعبے نے معائنہ کیا اور اسے دل کا مریض ڈکلیئر کر دیا۔ مریض کو سٹنٹ ڈلوانے کا مشورہ دیا گیا۔ اسسٹنٹ ڈائریکٹر میو ہاسپٹل سے پرائیویٹ کلینک گیا کلینک کی مشینوں نے اسے مکمل صحت مند قرار دے دیا۔

ایف آئی اے نے تحقیقات شروع کر دیں پتہ چلا ہسپتال میں ڈاکٹروں اور طبی عملے کا ایک گینگ کام کر رہا ہے۔ گینگ میں پروفیسر بھی شامل ہیں۔ یہ لوگ مریضوں کو جعلی سٹنٹ لگاتے ہیں۔ ہسپتال کو ایک کمپنی جعلی اور غیر معیاری سٹنٹ فراہم کرتی ہے۔ یہ سٹنٹ چھ ہزار روپے مالیت کے ہوتے ہیں لیکن مریض سے دو لاکھ روپے وصول کئے جاتے ہیں۔

پروفیسروں نے سٹنٹ فراہم کرنے والی کمپنی کو ہسپتال میں باقاعدہ کمرہ دے رکھا ہے۔

ایف آئی اے نے اس کمرے پر چھاپہ مارااور چار کروڑ روپے مالیت کے سٹنٹ برآمد کر لیے۔ ان سٹنٹس پر کسی کمپنی کا نام چھپا تھااور نہ ہی ایکسپائری ڈیٹ درج تھی یہ دھندہ برسوں سے جاری تھا۔ یہ لوگ ہزاروں مریضوں کو جعلی اور غیر معیاری سٹنٹ لگا چکے تھے۔ایف آئی اے کو معلوم ہوا کہ یہ جعل ساز صحت مند لوگوں کو بھی مریض ڈکلیئر کر کے انہیں سٹنٹ لگا دیتے ہیں اور وہ بے چارہ صحت مند شخص پوری زندگی دل کی ادویات استعمال کرتا رہتا ہے۔ پتہ چلا یہ سلسلہ صرف ایک ہسپتال تک محدود نہیں بلکہ ملک میں ایسے درجنوں ہسپتال موجود ہیں جہاں برسوں سے یہ دھندہ جاری ہے۔ یہ ایک مثال تھی آپ اگر تھوڑی سی گہرائی میں جا کر دیکھیں تو آپ کو پاکستان کے اکثر ہسپتال سلاٹر ہاؤس اور ڈاکٹر قصائی نظر آئیں گے۔

آپ کسی دن دوبئی چلے جائیں آپ وہاں اپنا میڈیکل ٹیسٹ کرائیں اور اس کے بعد پاکستانی ہسپتالوں اور لیبارٹریوں میں چلے جائیں۔آپ یہ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے کہ آپ کو دل کا ڈاکٹر دل، آنکھ کا ڈاکٹر آنکھ، گردے کا ڈاکٹر گردے، جگر کا ڈاکٹر جگر اور دماغ کا ڈاکٹر دماغی مریض قرار دے دے گا۔ یہ لوگ آپ کو لاکھ دو لاکھ روپے کا نسخہ بھی لکھ دیں گے۔آپ کسی دن پاکستانی لیبارٹریز کی رپورٹس کا تجزیہ بھی کر لیں۔آپ اگر مریض ہیں تو یہ لیبارٹریاں آپ کو صحت مند اور آپ اگر صحت مند ہیں تو یہ آپ کو مریض قرار دے دیں گی۔

آپ کو یہ فرق ادویات کے معیار میں بھی ملے۔گا میں انسولین استعمال کرتا ہوں۔ میں دس سال سے فرانس سے انسولین لا رہا ہوں۔ میں نے تین ماہ قبل پاکستانی انسولین شروع کی۔آپ یقین کیجئے میری شوگر آؤٹ آف کنٹرول ہو گئی۔ میں نے دوبارہ فرانس سے انسولین منگوائی استعمال کی اور میری شوگر کنٹرول میں آ گئی۔فرانس اور پاکستان دونوں میں انسولین ایک ہی کمپنی فراہم کرتی ہے لیکن معیار میں زمین آسمان کا فرق ہے۔آپ کو یہ فرق ڈسپرین میں بھی ملے گا۔ آپ امپورٹڈ ڈسپرین استعمال کریں اور اس کے بعد پاکستانی ڈسپرین کھائیں آپ کو فرق

جاننے میں چند منٹ لگیں گے۔

آپ کو یہ فرق خوراک میں بھی ملے گا۔ پاکستان میں بچوں کو اب ماں کا دودھ بھی خالص نہیں ملتا۔ صابن بنانے والی فیکٹریاں یورپ سے استعمال شدہ گھی اور کوکنگ آئل منگواتی ہیں۔ یہ آئل استعمال کے قابل نہیں ہوتا لیکن لوگ یہ آئل پکوڑے سموسے تلنے بسکٹ کیک بنانے اور مٹھائیاں تیار کرنے والوں کو فروخت کر دیتے ہیں۔ اور یہ لوگ یہ آئل ہمارے معدوں میں انڈیل دیتے ہیں۔ دودھ میں کیا کیا ملاوٹ ہوتی ہے اور چائے کی پتی اور پانی میں کیا کیا ہو رہا ہے یہ اب ڈھکی چھپی بات نہیں رہی۔

ہم کتنے بدنصیب لوگ ہیں ہم خوراک کے درندوں سے بچ جاتے ہیں تو ہم ڈاکٹروں کے قابو آ جاتے ہیں اور یہ ظالم چھ ہزار روپے کا سٹنٹ دو لاکھ روپے میں ہماری نسوں میں ٹھونک دیتے ہیں لیکن حکومت نوٹس لینے کے علاوہ کچھ نہیں کرتی۔ ان کی دوڑ ہم مجرموں کو قرار واقعی سزا دیں گے تک محدود رہتی ہے۔ میری حکومت سے درخواست ہے آپ خوراک اور ادویات کے معاملے پر خوفناک اتھارٹی بنا دیں آپ اتھارٹی کو وسیع اختیارات دیں۔ کڑی سزائیں طے کریں اور ملک میں جو بھی شخص خوراک اور ادویات میں ملاوٹ کا مرتکب پایا جائے یہ مریض کو جعلی سٹنٹ لگائے یا یہ غلط رپورٹ جاری کرے اسے عبرت ناک سزا دی جائے اسے خوفناک مثال بنایا جائے۔ آپ یقین کیجئے چین نے اب تک ژینگ ژیانو اور زین زونگ جیسے صرف دس لوگوں کو سزائے موت دی چین میں اس کے بعد کسی نے دوا اور خوراک میں ملاوٹ کی جرات نہیں کی۔ چین میں 2007ء کے بعد اب تک کسی اہلکار نے غلط دواء بھی رجسٹر نہیں کی ہم بھی اگر اپنے لوگوں کو صحت مند دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی کبھی نہ کبھی یہ کرنا ہوگا۔ ورنہ دوسری صورت میں لوگ خوراک سے مرتے رہیں گے یا پھر ڈاکٹروں کے ہاتھوں ذبح ہوتے رہیں گے۔

(بشکریہ: روزنامہ ایکسپریس)

ڈاکٹر محمد عقیل

شکر گزاری اور ناشکری کیا ہے؟

خدا کے ساتھ بندوں کا تعلق دو طریقوں سے پیدا ہوتا ہے۔ مصیبتوں پر صبر کرنا اور نعمتوں پر شکر کرنا۔ لیکن ہم میں اکثر شکر گذاری کو محض زبانی معاملہ سمجھتے ہیں کہ صرف الحمدللہ، یا اللہ تیرا شکر ہے وغیرہ کہہ کر سمجھ لیتے ہیں کہ شکر ادا ہو گیا۔ عین ممکن ہے کہ ہم زبان سے خدا کا شکر کر رہے ہوں اور خدا کے ہاں ہمارا نام ناشکروں میں لکھا ہوا ہو۔ اگر ایسا ہو تو ہم زندگی کے آدھے امتحان میں ناکام ہو گئے۔ اس مضمون میں ہم یہ سمجھنے کی کوشش کریں گے کہ شکر گذاری کا اصل مفہوم کیا ہے، خدا کو کس طرح کی شکر گذاری مطلوب ہے اور شکر گذاری کے درجات کیا کیا ہیں۔

شکر گزاری کا مفہوم

شکر گذاری یا کسی کا شکریہ ادا کرنے کے پیچھے جو محرک یا نفسیات ہوتی ہے اسے سمجھنا بہت ضروری ہے۔ جب کوئی شخص ہمارے ساتھ بھلائی کرتا، ہمیں نفع پہنچاتا اور ہم سے اچھا رویہ اختیار کرتا ہے تو ہم دل میں پیدا ہونے والے احسان مندی کے جذبات کے تحت اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ یہ شکریہ صرف زبان ہی نہیں بلکہ عمل سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر ایک شخص ہماری قابلیت نہ ہونے کے باوجود ہماری ضرورت پوری کرنے کے لیے ہمیں ملازمت دے دیتا ہے۔ ہم پہلے مرحلے میں دل سے اس کے ممنون اور احسان مند ہوتے ہیں اور اس دلی احساس کی بنا پر زبان سے اس کی تعریف و توصیف میں شکریے کے کلمات ادا کرتے ہیں۔ لیکن یہ تو محض زبانی شکر ہے جسے اپنے عمل سے ثابت نہ کیا جائے تو یہ شکر ایک جھوٹ اور منافقانہ عمل بن جاتا ہے۔

شکر کی اصل ابتدا ہمارے عمل سے شروع ہوتی ہے جو یہ ہے کہ ہم اس کی ملازمت کے حقوق

ادا کرتے ہوئے کام ایمانداری سے کریں، اس کے حکم کی تعمیل کریں خواہ ہمارا موڈ ہو یا نہ ہو، ہم ملازمت میں اپنی پسند و ناپسند کو اس کی مرضی کے تابع کر دیں اور آخر میں اگر کبھی مالک کو ہماری ضرورت ہو تو ہم بھی اس کی اسی طرح مدد کریں جیسے اس نے ہماری مشکل میں مدد کی تھی۔

اگر یہ شخص محض زبانی شکریے کو کافی سمجھے اور اس کے بعد عملی اقدامات نہ کرے تو وہ خود کو کتنا ہی شکر گذار سمجھتا رہے لیکن اصل میں وہ ایک ناشکرا، احسان فراموش اور خودغرض انسان ہے جس نے منافقت کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے۔ خدا کے ساتھ شکر گذاری کا معاملہ بھی بالکل یہی ہے۔ خدا کی عنایت کردہ نعمتیں بے شمار ہیں جن میں زندگی کا ملنا، شعور، روٹی، کپڑا، مکان، سورج کی روشنی، چاند کی ٹھنڈک، بارش سے ملنے والا پینے کا پانی، آنکھیں، کان، زبان، صحت غرض ان گنت چیزیں شامل ہیں۔ انسان کو جب جب ان چیزوں کی اہمیت کا ادراک ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ دل سے احسان مندی کے جذبات کے تحت خدا کا شکر زبان اور عمل دونوں سے ادا کرے۔ چنانچہ شکر گذاری کی تعریف کی جائے تو یوں ہے:

شکر گذاری = نعمت کا علم ہونا + دل سے شکر ادا کرنا (جو زبان پر بھی جاری ہو سکتا ہے) + عمل سے شکر ادا کرنا۔

[جاری ہے]

سخت روزے کے بعد افطار کی نعمت دنیا کی پابند زندگی کے بعد جنت کی پرلذت زندگی کا ایسا تعارف ہے جو صرف روزے دار کو نصیب ہوتا ہے

سحر شاہ

خاموش کلام

خاموشی ایک گہرا راز ہے۔ زندگی کا سفر خاموشی سے وقت کی منازل طے کرتا جاتا ہے۔ ذرا غور کریں تو نظر آتا ہے کہ تمام مظاہر فطرت خاموشی کا لبادہ اوڑھے اپنے اپنے دائرہ کار میں مصروف عمل ہیں۔ زمین پر ہر سو بکھرے جلوے اور آسمان پر پھیلے کرشمے سب خاموش ہیں۔ صحراؤں کی وسعت، پہاڑوں کی ہیبت، سمندروں کی گہرائی، نباتات ارضی، سورج، چاند، ستارے کہکشائیں سب خاموش ہیں۔ فرشتے، جنات اور نجانے کتنی اور مخلوقات ہیں جو خاموش ہیں۔

خالق کائنات خود خاموش ہے۔ وہ ذات جس نے خاموشی کو تخلیق کیا وہ خود خاموش ہے۔ وہ ظاہر بھی ہے پوشیدہ بھی لیکن خاموش ہے۔ سب سنتا ہے، جانتا ہے، دیکھتا ہے پھر بھی خاموش ہے۔ کوئی اس کو مانے یا نہ مانے، عبادت کرے یا بغاوت کرے، وہ خاموش ہے۔ کوئی فرمانبرداری کرے یا نافرمانی، وہ خاموش ہے۔ کوئی کفر بکے، جھوٹ بولے، فتنے برپا کرے، اس کی شان میں گستاخیوں کی انتہا پر پہنچ جائے، وہ پھر بھی خاموش ہے۔ اس کی ذات پاک ہے۔ اس بات سے پاک ہے کہ کوئی اس کی عظمت کے سامنے جھکتا ہے یا نہیں۔

ہم انسانوں کے لیے اس نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے ایک پیغام بھیجا، مگر اس شکل میں کہ وہ بھی مصحف میں خاموش ہے۔ اگرچہ یہ بھی کلام کرتا ہے مگر صرف اپنے پڑھنے والوں سے، غور و فکر کرنے والوں سے۔ یہی خاموش کلام ہمیں ہمارے رب ذوالجلال کی پسند ناپسند سے آگاہ کرتا ہے۔ انسانیت کے لیے ہدایت لیے ہوئے اس کا یہ خاموش کلام اتنا ہی سچا ہے جتنا کہ وہ خود۔ اس کا وعدہ سچا، اس کی ہدایت سچی۔ نہ اس کا مثل کوئی ہے نہ اس کے کلام کا۔ یہ زندہ کلام ہے جو زندہ انسانوں کی خاطر نازل کیا گیا ہے۔

اپنے خالق کا یہ پیام ہمیں کیا علم دیتا ہے؟ یہ اصل علم دیتا ہے...... حقائق کی پہچان کا علم...... خالق ومخلوق کے رشتے کا صحیح علم...... حقائق کی دنیا سے واقفیت کا علم...... کامل ہدایت کا علم...... ہمیں بنانے والا خود ہم سے ہمکلام ہونا چاہتا ہے۔ اس سے زیادہ کون ہمارا بھلا چاہ سکتا ہے؟ ہمارے ماں باپ، بہن بھائی، رشتہ دار، دوست احباب...... کوئی بھی تو نہیں۔ آخرت میں سب ہم سے دامن چھڑا لیں گے۔ لیکن ہماری بھلائی کی خاطر جو آج ہم سے کلام کر رہا ہے اسے سنو...... اس سے پہلے کہ ہمارا زندگی کا سفر تمام ہو جائے، کوئی ناگہانی آ گھیرے، قرآن سے ہمکلام ہو کر دیکھو۔ ہم ادھر ادھر بھٹکتے پھرتے ہیں۔ کیا صحیح ہے کیا غلط، کیا جائز ہے؟ کیا ممنوع ہے؟ کیا کرنا ہے؟ کیوں کرنا ہے؟ کیا ہدایت ہے؟ کیا امتحان ہے؟ یہ سب ہمیں وہ خود بتا رہا ہے۔ مگر ہمیں یہ سب تب ہی معلوم ہوگا جب ہم اس کا کلام پڑھیں گے۔

لیکن افسوس ہم اس کی طرف توجہ کرنے کو تیار ہی نہیں۔ ہمارے پاس آج قرآن کے لیے وقت نہیں ہے۔ سو بہانے ہیں، سو باتیں ہیں۔ ہم بس بولتے ہیں۔ ہم نہ خاموش ہوتے ہیں نہ خاموشی سے ہمکلام ہونا جانتے ہیں۔ ہم خاموشی کے روبرو ہونے سے ڈرتے ہیں۔ خود احتسابی کا عمل تبھی سرانجام پاتا ہے جب ہم خاموشی سے غور وفکر کریں۔ قبل اس کے کہ ہم بھی قبروں میں موجود کفِ افسوس ملنے کے مقام پر پہنچ جائیں ہمیں فرصت ملنے کا انتظار کیے بغیر آج اور ابھی سے اس سفر کا آغاز کرنا ہوگا جو ہمیں جہالت کے اندھیرے سے نکال کر روشنیوں میں لے جائے اس ہدایت کا سر چشمہ یہی ''خاموش کلام'' ہے۔

آج اس رب رحیم کی خاموشی اس کی رحمت وشفقت کا بے پایاں اظہار ہے۔ ہمیں عمل کی چھوٹ ہے مگر یاد رکھئے کہ حساب برحق ہے۔ اس کا کلام خاموشی سے محوِ انتظار ہے کہ کب ہم اپنی من مانیوں میں مگن اس کی دی گئی مہلت کو نظر انداز کرنے کی روش چھوڑ کر اس کی طرف پلٹ کر

آتے ہیں۔ کہیں کل کو ایسا نہ ہو کہ جب وہ اپنی خاموشی توڑ کر ہمارے حساب کا آغاز کرے تو ہمیں اس کے غضب کا سامنا کرتے ہوئے یہ سننے کو ملے:

''اور اے مجرمو! آج کے دن الگ ہو جاؤ''

اس دن ہمارے پاس کوئی عذر یا بہانہ یا جائے پناہ نہ ہوگی۔ ہم قرآن کے حقوق پورے نہ کر کے اس کا عملی انکار کر رہے ہیں۔ اس کے احکام سے منہ موڑ کر ہم اس کی آیتوں سے منہ پھیرنے والوں میں شامل ہیں۔ حالانکہ اللہ نے تو ہمارے لیے اپنے دین میں ''آسانی'' رکھی ہے۔ ''من مانی'' نہیں جس کا مظاہرہ ہم کر رہے ہیں۔ ہم پیدائشی مسلمان علم و عمل سے دور ہو کر آخرت میں نجات کے لیے جن کی شفاعت پر تکیہ کیے ہوئے ہیں وہ صادق و امین پیغمبر پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی بارگاہ خداوندی میں ہمارے خلاف مدعی کی حیثیت میں کھڑے ہوں گے۔ اگر ہماری غفلت کا یہی حال رہا تو اس آیت کا اطلاق ہم پر بھی ہو سکتا ہے۔

''اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے گا اے میرے رب! بے شک میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑنے کے قابل ٹھہرالیا (متروک کر رکھا تھا)۔''، (فرقان: 30)

ہے کوئی جواب اس ذلت و رسوائی سے بھرے انجام سے بچنے کا......؟

صرف ایک ہی راستہ ہے قدم بڑھانے میں دیر مت کریں۔ اپنے مالکِ حقیقی سے عاجزی سے دعا مانگیں کہ وہ آپ کا دل، ذہن اور روح اپنے ہدایت بھرے کلام کے لیے کھول دے اور اس کو سمجھنے میں آپ کی مدد کرے کہ وہ آپ سے کیا چاہتا ہے۔ ہدایت مانگیں ضرور ملے گی۔ تو پلٹ آیئے اس کلام پاک کی طرف......مزید تاخیر کیے بغیر۔ اس سے پہلے کے موت کی خاموشی اپنے گھیرے میں لے کر ہمیشہ کے لیے خاموش کر دے۔ آیئے خدا کے کلام سے ہم کلام ہونا سیکھ لیں۔

سید شارق وقار

شہر کا امن

ایک روز ایک دوست سے مل کر واپس گھر آتے ہوئے کراچی کی ایک شاہراہ پر ایک اشتہاری بورڈ پر نظر پڑی۔اس میں ایک جماعت کے رہنما کی تصویر کے ساتھ ایک تحریر درج تھی ''اللہ میرے شہر کو امن کا گہوارہ بنا دے''۔

موصوف رہنما کی دعا بڑی عمدہ اور دل سے نکلی تھی۔مگر ساتھ ہی اس میں بڑی سادگی کے ساتھ اپنی اور تمام سیاسی رہنماؤں کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کی طرف منتقل کر دی گئی تھی۔اگر تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ سیاسی جماعتوں کی طرف سے درجنوں احتجاجی ریلیاں صرف کراچی میں نکلتی ہیں۔کبھی اسلام کا تحفظ ہوتا ہے تو کبھی دہشت گردی کی مذمت ہوتی ہے۔کبھی حکومت کے خلاف مظاہرے اور کبھی کسی بیرونی طاقت کے خلاف۔

. اس احتجاج میں عوام بیچاری ٹریفک میں پھنس کر سب کو کوستی رہتی ہے۔یہ وہی عوام ہے جو لاہور، پشاور، لعل شہباز قلندر کی درگاہ ہوں اور دیگر مقامات پر بار بار دہشت گردی کا شکار ہوتی رہتی ہے۔ہر حملے کے بعد مذمتی بیانات اور پھر وہی معمولات۔زندگی دوبارہ رواں دواں ہو جاتی ہے اور ہمارا شہر اگلے دھماکے تک امن کا گہوارہ بن جاتا ہے۔موصوف رہنما اور دیگر جماعتوں کے رہنما اصل مسئلے کو مسئلہ نہیں بناتے۔ہمارے شہر اور ہمارا ملک اس وقت تک امن کا گہوارہ نہیں بن سکتا جب تک حوروں کے طلب گاروں کو یہ سمجھ نہ آ جائے کہ اسلام دھماکے کروا کے اسلام نافذ نہیں کرتا۔اسلام دعوت اور محبت کا علمبردار ہے۔

یہ دھونس، دھمکی، دھماکے سے نہیں بلکہ خیر خواہی کے جذبے، تعلیم اور تربیت سے آئے گا۔یہ نفرت کا نہیں محبت کا نام ہے۔اس بات کا یقین ہمارے شہر کو امن دے گا۔

ابو یحییٰ

مضامین قرآن (39)

دعوت کا ابلاغ: صحف سماوی

صحف سماوی کے دو ادوار

دعوت کے ابلاغ کے ضمن میں ہم فطرت، وحی، نبوت و رسالت جیسے بنیادی مضامین کو زیر بحث لا چکے ہیں۔ اس ضمن کا آخری مضمون جو قرآن مجید میں بیان ہوا اور ایمانیات کا ایک بنیادی حصہ ہے، وہ آسمانی کتابوں یا صحف سماوی سے متعلق ہے۔ آسمانی کتابوں کی تاریخ کو دو واضح حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک دور زمانہ قبل از قرآن کا تھا جب انبیا پر کتابیں اتاری گئیں، مگر ان کی حفاظت کی ذمہ داری انسانوں پر تھی، (المائدہ 5:44)۔ اس دور میں کتابوں میں تحریف اور تبدیلی ہوتی رہی۔ دوسرا دور وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اپنا پیغام کتاب الٰہی کی شکل میں اتارا بلکہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی خود لے لی۔ یہ قرآن مجید کا وہ دور ہے جس میں ہم جی رہے ہیں اور جو قیامت تک جاری رہے گا۔

قرآن مجید سے پہلے نازل ہونے والے صحف سماوی

دعوت کے ابلاغ کے مباحث میں یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ دعوت خدا کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچانے کا عمل ہے۔ اس دنیا میں خدا کا یہ پیغام اللہ تعالیٰ کے منتخب کردہ نبیوں اور رسولوں کے ذریعے سے دنیا تک پہنچتا تھا۔ تاہم انبیا علیہم السلام بشر ہی تھے اور ہر بشر کی طرح وہ بھی اپنی ذمہ داریاں پوری طرح ادا کر کے دنیا سے رخصت ہو جاتے تھے۔ حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ادریس، حضرت ہود اور حضرت صالح علیہم السلام قرآن مجید میں مذکور وہ پیغمبر ہیں

جو زمانہ قبل از تاریخ میں گزرے اور اپنی اپنی قوموں میں خدا کا پیغام پہنچاتے اور انذار و تبشیر کرتے رہے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب تمدن اس مقام پر نہیں پہنچا تھا کہ انسان علم کو کتابی شکل میں محفوظ رکھتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ وہ ہے جس میں تمدن اس جگہ پہنچ چکا تھا۔ چنانچہ یہ اہتمام کیا جانے لگا کہ انبیا علیھیم السلام کے بعد ان کی تعلیم کو محفوظ رکھنے اور لوگوں کے اختلافات کا فیصلہ کرنے کے لیے کلام الٰہی کو کتابوں کی شکل میں مرتب کر دیا جائے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی وہ پہلے نبی ہیں جن کے حوالے سے قرآن مجید میں کسی صحیفے کا ذکر ہوا ہے۔ قرآن مجید یہ بات بھی بیان کرتا ہے کہ دیگر انبیا پر بھی کتابیں نازل ہوئیں جن میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی تورات، حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب زبور اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب انجیل غیر معمولی حیثیت کی حامل ہیں۔ یہ تینوں کتابیں اس وقت آسمانی صحیفوں کے اس مجموعے میں پائی جاتی ہیں جس کو بائبل کہا جاتا ہے۔ بائبل میں اور بھی دیگر انبیا سے منسوب صحیفے موجود ہیں اور محسوس یہی ہوتا ہے کہ یہ دیگر انبیا کو دی جانے والی وہی کتب ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں ہوا ہے، (البقرہ 213:2، الحدید 25:57)۔

تورات، زبور اور انجیل کے مضامین

تورات اپنی نوعیت کے اعتبار سے وہ رہنمائی ہے جو قانون و شریعت کی تفصیل کرتی ہے، تاہم اس میں اخلاقیات کا بیان بھی شامل ہے۔ یہ اس دور کے حوالے سے ایک مکمل رہنمائی تھی جب بنی اسرائیل آل فرعون کی غلامی سے نکل کر ایک آزاد خود مختار قوم کے طور پر اپنی زندگی کا آغاز کر رہے تھے اور انھیں زندگی کے ہر دائرے میں آسمانی رہنمائی کی ضرورت تھی۔ زبور خدا کی حمد، تسبیح و تمجید اور اس سے دعا و استمداد کے ان نغمات کا مجموعہ ہے جن کو مزامیر کہا جاتا ہے۔ یہ خدا

اور بندے کے تعلق کی ایک زندہ تمثیل ہے، جس کے مطالعے سے یہ بات معلوم سامنے آتی ہے کہ جو بندہ خدا کو سچے دل سے پکارتا اور اس کی حمد کے نغمے گاتا ہے، خدا آسمان سے زمین پر اتر کر اس کی حفاظت کرنے اور اسے وقت کا حکمران بنانے کی قوت رکھتا ہے۔ یہ کتاب اس حقیقت کا بیان ہے کہ خدا جس طرح قوموں کے معاملات میں مداخلت کرتا ہے، اسی طرح افراد کے معاملات بھی اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ انجیل اس حکمت اور اخلاقی تعلیم کو پوری طرح سامنے لے آتی ہے جس کی نگہبانی کے لیے قانون و شریعت دیے جاتے ہیں۔ یہ حکمت اور اخلاقی تعلیم اگر نگاہوں سے اوجھل ہو جائے تو مجرد شرعی قوانین کی پیروی وہ مقصد پورا نہیں کرتی جس کے لیے ان قوانین کو نازل کیا گیا ہے۔

قرآن مجید کا دور

قرآن مجید سے قبل صحف سماوی کی شکل میں انبیا علیھم السلام کی تعلیمات مجموعی طور پر محفوظ رکھی جاتی تھیں، مگر چونکہ نبوت کا سلسلہ جاری تھا اور ہدایت کا اصل ماخذ یعنی انبیا علیھم السلام آتے رہتے تھے، اس لیے اس بات کی ضرورت نہیں تھی کہ ان کتابوں کی مکمل حفاظت کا خدائی انتظام کیا جاتا۔ چنانچہ یہ ذمہ داری انسانوں کو دی گئی۔ تاہم جب نبوت کا ادارہ ختم کرنے کا وقت آیا تو اس بات کی ضرورت پیدا ہوئی کہ اب وہ کتاب نازل کی جائے جس کی حفاظت خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ قرآن مجید اسی دور کی کتاب اور اسی ضرورت کا جواب ہے۔

قرآن مجید آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ اس کے نزول کے ساتھ ہی آسمان سے وحی اترنے کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے منقطع ہو گیا۔ چنانچہ اس پس منظر میں اس بات کا خصوصی اہتمام کیا گیا کہ اس کتاب کی مکمل طور پر حفاظت کی جائے۔ اس مقصد کے لیے اس کے الفاظ اور اس کے متن کے ساتھ ساتھ وہ زبان یعنی عربی جس میں یہ کتاب نازل ہوئی

اور وہ تعلیم جو اس کتاب میں مذکور ہے، ان سب کی حفاظت کا بھی مکمل اہتمام کیا گیا ہے۔ چنانچہ ختم نبوت کے بعد اب اس کتاب کی شکل میں اللہ تعالیٰ کی مرضی ومنشا، ان کی پسند وناپسند کا راستہ اور ان کی ہدایت جاننے کا یہ کتاب واحد مستند ذریعہ ہے۔ یہ گویا کہ ایک نئے دور کی کتاب ہے جس میں نبوت کا ادارہ ختم کر دیا گیا اور اب قیامت تک انبیا کی تعلیم کے نظری پہلوؤں کو جاننے کا بنیادی ذریعہ یہ کتاب بن چکی ہے۔

اس کتاب کی حفاظت کے لیے نزول قرآن کے وقت اسے ہر طرح کی شیطانی دراندازیوں سے محفوظ بنا دیا گیا اور بعد میں بھی اس کی حفاظت کا بھرپور اہتمام کیا گیا۔ چنانچہ زمانہ رسالت ہی سے اس کتاب کے مکمل حفظ کا سلسلہ شروع ہوا اور پرنٹنگ پریس کی ایجاد اور قرآن مجید کی وسیع اشاعت اور پھیلاؤ کے بعد بھی آج تک یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔

قرآن مجید کے مضامین

قرآن مجید میں بیک وقت وہ سارے مضامین پائے جاتے ہیں جو پچھلے صحف سماوی میں بیان ہوئے ہیں۔ یعنی یہ تورات کی طرح قانون وشریعت کا بیان ہے، زبور کی طرح دعا ومناجات اور بندے اور رب کے تعلق کی زندہ تمثیل ہے اور انجیل کی طرح ایمان واخلاق کی اس دعوت کا بھرپور بیان ہے جو نجات کی اصل بنیاد ہے۔ اس طرح یہ کتاب پچھلی تمام کتابوں پر نگران بن گئی ہے اور وہ روشنی فراہم کرتی ہے جس کی موجودگی میں سابقہ کتب میں تحریف وتبدیلی کے باجود ایک طالب اطمینان سے پچھلی کتابوں کا مطالعہ کرسکتا ہے اور ان کے صحیح وسقم کو جان سکتا ہے۔

قرآن مجید دین کی اصل دعوت، دعوت کے دلائل، دعوت قبول کرنے والوں سے مطالبات اور ان کو خوشخبری اور دعوت کو رد کرنے کے نتائج کا بھی مکمل اور بھرپور بیان ہے۔ پچھلی صحف سماوی

کے مقابلے میں قرآن مجید کی اضافی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں قیامت کا انذار اور آخرت کے احوال کی بہت تفصیل کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ دعوت حق کے دلائل کو جس تفصیل کے ساتھ اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے اور جس کی بہت کچھ تفصیل ہم نے پیچھے کی ہے، اس کی کوئی نظیر بھی پچھلی کتابوں میں نہیں ملتی۔ گویا انذار قیامت اور دعوت حق کے دلائل اس کتاب کی وہ اضافی خصوصیات ہیں جو اسے پچھلے صحیفوں سے منفرد اور نمایاں بناتی ہے۔

ان دونوں اضافی خصوصیات کی وجہ یہ ہے کہ یہ کتاب اس دور کی کتاب ہے جب نبوت کا ادارہ ختم ہو چکا ہے۔ ایسے میں اسے نہ صرف اپنی دعوت خود دینا ہے بلکہ علم و عقل کے ہر پیمانے پر اپنی دعوت کو ثابت کرنا ہے۔ نیز یہ کتاب چونکہ قیامت سے عین قبل نازل ہوئی ہے اس لیے قیامت کا انذار بھی اس کتاب کا خصوصی موضوع ہے۔

قرآنی بیانات

''اس نے تم پر کتاب اتاری حق کے ساتھ مصداق اس کی جو اس کے آگے سے موجود ہے۔ اور اس نے تورات اور انجیل اتاری اس سے پہلے لوگوں کے لیے ہدایت بنا کر۔ اور پھر فرقان اتارا۔ بے شک جن لوگوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا، ان کے لیے سخت عذاب ہے اور اللہ غالب اور انتقام لینے والا ہے۔'' (ال عمران 3:4-3)

''اے ایمان والو، ایمان لاؤ اللہ پر، اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری اور اس کتاب پر جو اس نے پہلے اتاری۔ اور جو اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور روز آخرت کا انکار کرے وہ بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔''
(النسا 136:4)

''بے شک ہم ہی نے تورات اتاری جس میں ہدایت اور روشنی ہے'' (المائدہ 44:5)

''اور ہم نے اس (عیسیٰ علیہ السلام) کو عطا کی انجیل، جس میں ہدایت اور روشنی ہے، مصداق اپنے سے پہلے موجود تورات کی، اور ہدایت اور نصیحت ڈرنے والوں کے لیے''

(المائدہ46:5)

''بے شک ہم ہی نے تورات اتاری جس میں ہدایت اور روشنی ہے، اسی کے مطابق خدا کے فرمانبردار انبیاء، ربانی علما اور فقہا یہود کے معاملات کے فیصلے کرتے تھے، بوجہ اس کے کہ وہ کتاب الٰہی کے امین اور اس کے گواہ ٹھہرائے گئے تھے''، (مائدہ44:5)

''ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی کی ہے جس طرح نوح اور اس کے بعد آنے والے نبیوں کی طرف وحی کی اور ہم نے ابراہیم، اسمٰعیل، اسحٰق، یعقوب، اولادِ یعقوب، عیسیٰ، ایوب، یونس، ہارون اور سلیمان پر وحی بھیجی۔ اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی۔'' (النساء163:4)

''لوگ ایک ہی امت بنائے گئے، (انہوں نے اختلاف پیدا کیا) تو اللہ نے اپنے انبیاء بھیجے جو خوشخبری سناتے اور خبردار کرتے ہوئے آئے اور ان کے ساتھ کتاب بھیجی قولِ فیصل کے ساتھ تا کہ جن باتوں میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں، ان میں فیصلہ کر دے۔''

(البقرہ213:2)

''بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تا کہ لوگ عدل پر قائم ہوں۔'' (الحدید25:57)

''یہ یاددہانی ہم ہی نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔'' (الحجر9:15)

''جن لوگوں نے اللہ کی یاددہانی کا انکار کیا جب کہ وہ ان کے پاس آ گئی (ان کی شامت آئی ہوئی ہے)، بے شک یہ ایک بلند پایہ کتاب ہے۔ اس میں باطل نہ اس کے آگے سے داخل ہو سکتا ہے اور نہ پیچھے سے۔ یہ خدائے حکیم وحمید کی طرف سے نہایت اہتمام کے ساتھ اتاری گئی ہے۔'' (حم السجدہ41-42:41)

''یہی تعلیم اگلے صحیفوں میں بھی ہے۔ موسیٰ اور ابراہیم کے صحیفوں میں۔''

(الاعلیٰ87 :19-18)

ابو یحییٰ

توہین رسالت: ایک بنیادی نکتہ

[پچھلے دنوں مردان یونیورسٹی میں مشال نامی ایک نوجوان کو توہین رسالت کا جھوٹا الزام لگا کر بہیمانہ تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور اسے قتل کر کے اس کی لاش پر بھی تشدد کیا گیا۔ اس صورتحال پر مدیر انذار ابو یحییٰ نے پہلے ایک مضمون ''ان ربک سریع العقاب'' کے عنوان سے لکھا۔ اس کے بعد ایک اور مفصل مضمون میں ایک بنیادی غلطی کی نشان دہی کی گئی جو توہین رسالت کے حوالے سے ہمارے ہاں عام ہے۔ یہ دونوں مضامین قارئین انذار کی خدمت میں پیش ہیں۔ ادارہ]

توہین رسالت مسلمانوں کے لیے ایک علمی مسئلے سے زیادہ ایک جذباتی مسئلہ ہے۔ ایسے کسی مسئلے پر علمی گفتگو کرنا آسان نہیں ہوتا۔ لیکن اس حوالے سے ایک بنیادی نکتہ ایسا ہے جس کا اظہار ایک بنیادی دینی تقاضہ ہے۔ اس کے بغیر دین کا کوئی طالب علم روزِ قیامت اللہ کی بارگاہ میں سرخرو نہیں ہوسکتا۔ اس لیے یہ خاکسار برسہا برس سے ان نکات پر لوگوں کی توجہ مبذول کرا رہا ہے۔ اور ایک دفعہ پھر یہ بات لوگوں کے سامنے رکھنا ضروری ہے۔

تاہم اس اصل نکتے سے قبل دو اہم چیزوں کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے۔ ایک یہ کہ اس خاکسار کے نزدیک توہین رسالت کا قانون ملکی سطح پر ضروری ہے اور پورے عدل و انصاف کے ساتھ اس کا نفاذ ہماری اجتماعی ضرورت ہے۔ اس کی بنیادی وجہ ہماری مذہبی فکر کی فرقہ وارانہ تقسیم ہے۔ ہمارے ملک میں اکثریت بریلوی مسلک کے لوگوں کی ہے۔ ان کے نزدیک اہلسنت کے باقی دو اہم مسالک یعنی اہل حدیث اور دیوبندی دونوں گستاخ رسول اور بددین ہیں۔

معلوم بات ہے کہ ان دونوں مسالک کے اکابرین کے خلاف گستاخی رسول کے فتوے موجود ہیں۔ پچھلی صدی میں بریلوی مسلک کمزور پڑا تو یہ معاملہ کچھ ٹھنڈا ہو گیا تھا، مگر پچھلے کچھ

عرصے میں مولانا الیاس قادری کی سربراہی میں بریلوی مسلک کے احیاء کی ایک زبردست تحریک اٹھی ہے۔ ربع صدی میں یہ جماعت ایک صدی سے کام کرنے والی تبلیغی جماعت کو پیچھے چھوڑ گئی ہے۔ جس کے بعد بریلوی مسلک کو ایک دفعہ پھر نئی زندگی ملی ہے۔

ہمارے ہاں بعض نادان ممتاز قادری کے واقعے کو مذہبی طبقے کی طاقت کا اظہار سمجھتے ہیں۔ یہ مذہبی طبقے کی نہیں بلکہ بریلوی مسلک کی نئی طاقت کا اظہار ہے۔ چنانچہ سب کو یاد ہوگا کہ جنید جمشید مرحوم کے ساتھ ممتاز قادری کے چہلم ہی کے موقع پر اسلام آباد ائیر پورٹ پر تشدد کا واقعہ پیش آیا تھا۔ جنید جمشید پر بھی گستاخی ہی کا الزام تھا۔ آج دعوت اسلامی کے قائد مولانا الیاس قادری ایک متوازن بزرگ ہیں۔ مگر یہ خاکسار دعوت اسلامی کا حصہ رہا ہے اور جانتا ہے کہ اس کی اٹھان کیا ہے۔ کل اس کی قیادت کسی سخت گیر شخص کے ہاتھ میں آئی تو پھر سارے فرقوں کے گستاخوں کے فیصلے بندوق کی نوک پر اور ہجوم کے ہاتھوں چوراہوں پر ہو رہے ہوں گے۔

یہی وہ پس منظر ہے جس میں ضروری ہے کہ ملکی سطح پر یہ قانون باقی رہے تاکہ لوگوں کو عدالت میں جانے پر آمادہ کیا جاسکے۔ اس وقت بھی جن لوگوں نے تحقیق کی ہے وہ بتاتے ہیں کہ عدالتوں میں توہین عدالت کے بیشتر کیسز وہ ہیں جن میں کسی بریلوی نے کسی دیوبندی یا اہل حدیث کے خلاف مقدمہ کر رکھا ہے۔ اور وجہ ایسی ہی کوئی چیز ہوتی ہے کہ کسی اہل حدیث یا دیوبندی نے میلاد کے کسی اشتہار کو بدعت کی دعوت سمجھ کر دیوار سے پھاڑ کر پھینک دیا تو اس پر الزام لگ گیا کہ اس نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی توہین کی ہے۔ جن لوگوں کو ہماری بات کچھ مبالغہ لگ رہی ہو وہ ذرا جنید جمشید کا معاملہ یاد کر لیں۔ جنید جمشید مرحوم کا اصل جرم یہ تھا کہ ان کا تعلق دیوبندی مکتب فکر سے تھا۔ ورنہ جو کچھ ان کی زبان سے نکلا تھا وہ بالکل نادانستگی میں ہوا تھا اور اس کی معافی بھی وہ علانیہ مانگ چکے تھے۔ دوسری طرف ایک اور مشہور ٹی وی

اینکر نے صحابہ کرام کی شان میں انتہائی گستاخانہ گفتگو پورے شعور اور ارادے سے کی تھی، مگر ان کی ایک عمومی معافی کو اس لیے قبول کرلیا گیا کہ ان کا پس منظر بریلوی اور شیعہ مکتب فکر کا ہے۔

چنانچہ مقدس شخصیات کے نام پر جو فرقہ وارانہ مفادات کی جنگ ہوتی ہے، اس کے پر امن حل کا اس وقت راستہ یہی ہے کہ معاملہ عدالت میں جائے۔ یہیں سے ہم دوسرے نکتے کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ وہ یہ کہ کسی صورت میں اور کسی قیمت پر اس بات کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے کہ افراد قانون ہاتھ میں لیں۔ ہم مذہبی لوگوں کو خدا کا خوف دلا دلا کر تھک چکے ہیں۔ اب ہاتھ جوڑ کر صرف یہی عرض کیا جا سکتا ہے کہ خدا سے نہیں ڈرتے تو انسانوں سے ڈرو۔ جو گڑھا آپ دوسروں کے لیے کھود رہے ہیں، وہ آنے والے برسوں میں سب سے بڑھ کر آپ کی قبر بنے گا۔ اس روش کی اگر ایسے ہی حوصلہ افزائی کی جاتی رہی تو آنے والے دنوں میں جب بریلوی مسلک اپنی پوری طاقت کو پہنچے گا تو چن چن کر اور گھیر گھیر کے ایک ایک گستاخ کو اس کے انجام تک پہنچایا جائے گا۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ یہ گستاخ لبرل کم ہوں گے اور دیوبندی اور اہل حدیث مسالک کے لوگ زیادہ ہوں گے۔

یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ قانون ہاتھ میں لینے کے جو واقعات پیش کیے جاتے ہیں وہ درایت اور روایت کے کسی معیار پر پورے نہیں اترتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب گستاخی رسول پر کسی منافق کا سر قلم کرنے والا واقعہ بالکل بے اصل ہے۔ یہ سند کے کسی معیار پر پورا نہیں اترتا۔ نابینا صحابی والا واقعہ روایت کے علاوہ درایت کے پہلو سے اتنا کمزور ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اسے نقل کرنے والے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کس طرح کا تاثر پھیلانا چاہتے ہیں۔ اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک صاحب رات کے وقت اپنی باندی کو قتل کرتے ہیں اور صبح کے وقت حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سامنے یہ کہہ کر

فارغ ہوجاتے ہیں کہ اس نے گستاخی کی اس لیے مار ڈالا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم بغیر کسی گواہی کے اس کی بات مان بھی لیتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ قاتل قتل کرے اور خود ہی مقتول کے خلاف گواہی دے دے اور اسے بری کر دیا جائے۔ کیا اسلام کے قانون شہادت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عدالت میں ایسے ہی فیصلے ہوا کرتے تھے؟ اور اگر یہ بات ٹھیک ہے تو پھر مان لینا چاہیے کہ جو شخص جس کو چاہے رات میں قتل کر دے اور صبح عدالت میں جا کر بیان دے دے کہ میں نے اس کو گستاخی کے جرم میں قتل کیا ہے۔ عدالت اسے بری کرنے کی پابند ہوگی۔ تو پھر بسم اللہ کیجئے اور اس کو ملک کا قانون بنا دیجئے۔ پھر سارے لوگ اپنے ذاتی جھگڑے اسی طرح نمٹا لیا کریں گے۔

اصل بنیادی نکتہ

اب ہم آتے ہیں اس بنیادی نکتے کی طرف جس کا سمجھنا ضروری ہے۔ قرآن و حدیث کا تمام ذخیرہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے خلاف گستاخی کا سب سے زیادہ معاملہ آپ کی زندگی میں پیش آیا۔ قرآن و حدیث میں اس حوالے سے گستاخوں کے جو الفاظ نقل ہیں وہ ایسے ہیں کہ آج کوئی قرآن و حدیث کا حوالہ دیے بغیر نقل کر دے تو لوگ اسے زندہ آگ میں جلا دیں۔ مگر سرکار کی شان کریمی کے کیا کہنے ہیں کہ کہیں ذاتی انتقام، بدلے اور سزا کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اگر اپنی ذات کے لیے انتقام لینے والے ہوتے تو طائف اور مکہ کے کفار سے لے کر مدینہ کے یہود و منافقین تک کوئی بھی زندہ باقی نہیں رہتا۔ ان میں سے ہر شخص اور گروہ نے آپ کے خلاف ہر ممکنہ گستاخی کا معاملہ کیا تھا۔ یہ معاملہ گلی بازاروں ہی میں نہیں ہوا بلکہ آپ کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر اور آپ کی مجلسوں میں بیٹھ کر کیا

گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس اتنی طاقت تھی کہ آپ جس کو چاہتے قتل کرا دیتے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ حضور کا معاملہ اگر یہی ہوتا جس طرح بعض لوگ نقشہ کھینچتے ہیں کہ وہ گستاخی کرنے والوں کو سزا دیتے تھے، اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلنا چاہیے تھا کہ کوئی کافر، یہودی اور منافق زندہ نہیں رہ پاتا۔ مگر ہمارے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر قربان ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پوری زندگی ذاتی انتقام سے بالکل خالی ہے۔

یہ ہے وہ عظیم سیرت جو آسمان سے زیادہ بلند ہے۔ جو صاحب خلق عظیم کی سیرت ہے۔ اس سیرت جیسی نظیر انسانیت پیش نہیں کر سکتی۔ مگر بدقسمتی سے لوگ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے چند وہ اقدامات جو معاندین اسلام کے خلاف کیے گئے، ان کو لیتے ہیں اور بدقسمتی سے انھیں گستاخی رسول کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں۔

مثال کے طور پر کعب بن اشرف کا معاملہ لے لیجیے۔ سوال یہ ہے کہ اس کو اگر گستاخی کے جرم میں قتل کیا گیا تو مدینہ میں باقی گستاخ کیا کم تھے، ان کو کیوں چھوڑ دیا گیا؟ حقیقت یہ ہے کہ کعب کا اصل جرم یہ تھا کہ اس نے جنگ بدر کے بعد مکہ جا کر اہل مکہ کو جوش دلایا اور بدر کا انتقام لینے کے لیے مدینے پر حملے کے لیے تیار کیا۔ یہ میثاق مدینہ کی کھلی خلاف ورزی تھی۔ اس نے مدینے کے تمام رہنے والوں کی زندگی کو خطرے میں ڈال دیا تھا۔ یہی نہیں بلکہ یہ یقینی تھا کہ عین اس وقت جب کفار باہر سے حملے کریں گے، یہ شخص اندر سے مسلمانوں کے پیٹھ میں چھرا گھونپے گا۔ اس لیے مدینہ کو بچانے کے لیے یہ لازمی تھا کہ اس شخص کو قتل کر دیا جائے۔

یہ ہے اس واقعے کی اصل حقیقت۔ گستاخی رسول اس کا اصل جرم نہیں تھا، ورنہ جیسا کہ عرض کیا کہ مدینہ میں اور بھی بہت گستاخ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کو قتل نہیں کرایا تو اس میں کیا خاص بات تھی کہ آسمان سے بلند ہستی ایک گھٹیا شخص کی باتوں کا اثر لے کر اسے قتل

کرادیتی۔

یہی معاملہ ان چند لوگوں کا ہے جن کو فتح مکہ کے وقت قتل کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔لوگ یہ تو بڑے فخر سے بتاتے ہیں کہ ان کے قتل کا حکم دیا گیا تھا۔ یہ نہیں بتاتے یا شاید جانتے ہی نہیں کہ ان میں سے بیشتر کو سرکار نے اپنے دامن رحمت میں لے کر معاف کر دیا تھا۔جن کو قتل کیا گیا، ان کا اصل جرم اسلام سے عناد اور سرکشی تھی۔

ہم نے تو ان ایک دو واقعات کو لیا ہے جو عام طور پر پیش کیے جاتے ہیں، ورنہ اہل علم نے اس طرح کے تمام واقعات کو لے کر روایات کا ضعف اور واقعات کا درست موقع محل سب بیان کر دیا ہے۔

اس تفصیل کا مقصد صرف اس بات کی طرف توجہ دلانا ہے کہ توہین رسالت کا قانون بنانا ہے تو ضرور بنائیں، اس پر منصفانہ عمل کریں، اس میں قتل کی سزا دینی ہے تو وہ بھی فساد فی الارض کے تحت دے دیں، مگر خدارا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سیرت کو اس کا ماخذ نہ بنائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے نہ ایسا کوئی قانون دیا نہ اپنی ذات کے لیے لوگوں سے کبھی انتقام لیا۔قانون کی بنیاد فساد فی الارض کا خاتمہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ گستاخی رسول سے مسلمانوں کو تکلیف ہونا ایک فطری چیز ہے۔اس سے زمین میں فساد پھیل سکتا ہے۔اس لیے یہ قانون ہونا چاہیے۔

لیکن جس وقت سیرت طیبہ کے بعض واقعات کو سمجھے بغیر اس قانون کے حق میں نقل کیا جاتا ہے تو ہمیں شاید اندازہ نہیں ہوتا، مگر بالواسطہ طور پر ہم حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان اقدس کو کم کر رہے ہوتے ہیں۔اس ہستی کے بارے میں جس کے متعلق ہماری ماں عائشہ رضی اللہ عنھا کی گواہی موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کبھی ذاتی انتقام نہیں لیا، ہم یہ تاثر دیتے ہیں

کہ آپ اپنی ذات کے لیے معاذ اللہ انتقام لیا کرتے تھے۔

یہی وہ نکتہ ہے جس کا واضح رہنا ضروری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان اس سے بلند ہے کہ آپ ذاتی انتقام لیں۔ آپ نے کبھی یہ نہیں کیا۔ پورا قرآن اور سیرت کا پورا ذخیرہ اسی کا گواہ ہے۔ آپ صاحب خلق عظیم ہیں۔ آپ کی شان ورفعنا لک ذکر ہے۔ آپ صاحب الکوثر اور حامل مقام محمود ہیں۔ ایسے سورج کی طرف جو بدنصیب تھوک اڑائے گا وہ اس کے منہ پر آ کر گرے گا۔ یہ آفتاب رسالت اس سے بلند ہے کہ کسی ایسی پست چیز کی طرف توجہ دے۔ صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

ان ربك سريع العقاب

اسلام کو آج کسی ''بھینسے'' سے کوئی خطرہ نہیں۔ اسلام کو خطرہ ان بھینسوں سے ہے جو اسلام کے نام پر زمین پر پڑی ایک لاش کو اپنی ٹانگوں سے کچل رہے تھے۔ اسلام کو ان جانوروں سے خطرہ ہے جو نعرہ تکبیر کی گونج میں ایک برہنہ لاش کو بے رحمی سے بھنبھوڑ رہے تھے۔

فرض کرلیا وہ گستاخ رسول تھا۔ مگر کبھی تمھیں کسی نے بتایا کہ وہ رسول خدا کون تھے؟ جس طرح تم نے اس نوجوان پر پتھروں کی برسات کی، اسی طرح طائف کے غنڈوں نے میرے آقا پر کی تھی۔ مگر جانتے ہو میرے آقا نے ان سب کو معاف کردیا تھا؟ اے قاتلو! تمھیں معلوم ہے کہ تمھارا پھینکا ہوا ہر پتھر میرے آقا کے جسم اطہر پر لگا ہے۔ ابلیس کے مددگارو! تمھیں معلوم ہے تم نے رسول خدا کے دین پر کیسی کاری ضرب لگائی ہے؟

اور وہ جو تاویل اور اگر مگر کی ڈگڈگیاں بجا کر ہمیشہ قاتلوں کو ہیرو بنانے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں، کیا وہ نہیں جانتے؟ کیا وہ اس ہستی کو نہیں جانتے جس نے گالیاں کھا کر دعائیں دیں، جس نے پتھروں کی یلغار سہہ کر بھی ان دشمنوں کو معاف کردیا جن کی زندگی پر آقا کو مکمل اختیار

حاصل ہو گیا تھا۔ تم اس بے مثال ہستی کے بارے میں یہ غلط فہمی پھیلاتے ہو کہ وہ اپنی ذات کے خاطر لوگوں کو دوسروں کے قتل پر ابھارتی تھی۔ تم اپنے قوم پرستانہ جذبات کو خدا اور اس کے محبوب نبی کے نام پر غلط طور پر پیش کرنے کی جسارت کرتے ہو۔

خدا کے عزت اور جلال کی قسم، تم عنقریب اپنے جھوٹ کی سزا پاؤ گے۔ رحمت للعالمین پر ذاتی انتقام کا الزام لگانے والو! عنقریب تم سے پوچھا جائے گا کہ اپنے قوم پرستانہ جذبات کی تسکین کے لیے تمھیں باطل تاویلات کا راستہ تو نظر آ گیا، مگر رحمت للعالمین کی سیرت نظر نہ آئی؟ تمھیں مکہ کی گلیوں میں گالیاں کھا کر دعائیں دینے والا نظر نہیں آیا۔ طائف کے بازاروں میں لہولہان ہو کر بھی اہل طائف کو امان دینے والا نظر نہیں آیا۔ احد کے میدان میں زخموں سے چور ہو کر بھی کافروں کی ہدایت کی دعا کرنے والا نظر نہیں آیا۔

تمھیں بھائیوں سے بڑھ کر محبوب حمزہ کے قاتلوں اور اس کی لاش کو نوچنے والے مجرموں کو معاف کرنے والا نظر نہیں آیا؟ اپنی سگی بیٹی زینب کو پتھر مار کر جان لیوا زخم دینے والے پر رحم کرنے والا نظر نہیں آیا؟ اپنی پاکدامن بیوی پر لگی تہمت کو صبر سے جھیل جانے والا نظر نہیں آیا؟ کعب بن زہیر جیسے گستاخ شاعر کو جان کی امان دینے والا نظر نہیں آیا؟ یہود کی گالیوں اور بے ہودگیوں کو تحمل سے برداشت کرنے والا نظر نہیں آیا؟ منافقین کی ایذاء کے باوجود ان کے لیے دعا کرنے والا کریم نظر نہیں آیا؟ خون کے پیاسے مجرم اہل مکہ کو عام معافی دینے والا نظر نہیں آیا؟

تمھیں یہ نظر نہیں آیا کہ میرا نبی تمھیں دین کا ہر قانون دے کر گیا، مگر اپنی گستاخی پر سزا دینے کا کوئی قانون دے کر نہیں گیا تھا۔ کیا میں نے تمھارا دین مکمل نہیں کیا تھا؟ یا میرا نبی تمھیں مکمل دین دینا بھول گیا تھا؟ تم نے میرے دین کے لیے نہیں، اپنے جذبات کی تسکین کے لیے قانون بنایا۔ جو قانون بنایا اس کی بھی پاسداری نہ کی۔

تم حد سے بڑھ گئے ۔تم اپنی مجلسوں کو عدالت اور چوراہوں کو قتل گاہ بنا کر خود جلاد بن بیٹھے۔ کتنے ہی بے گناہ ، کتنے کلمہ گو اور اللہ رسول سے محبت کرنے والے کتنے ہی لوگ تمھاری وحشت کی نذر ہو گئے ۔تم نے نبی رحمت کے نام کو ذاتی اور گروہی جھگڑے نمٹانے کا ذریعہ بنادیا۔ تم نے میرے دین کو بدنام کر ڈالا۔ میرے دین سے لوگوں کو بدظن کیا۔ پھر ان سارے جرائم کی تائید میں بے اصل واقعات کو پیش کر کے اپنی قانون شکنی کو درست کہتے رہے۔ واقعات دیکھنے تھے تو مکہ سے طائف اور احد سے فتح مکہ تک بکھرے رحم، معافی، دعا اور درگزر کے واقعات دیکھتے، مگر تم نے نہ دیکھے۔

میرے بندوں نے تمھیں ہر دلیل سے سمجھایا، ہر غلطی کو واضح کیا مگر تم سمجھنا ہی نہیں چاہتے تھے۔ تم ضد پر اڑے رہے۔ تم باز نہ آئے۔ آج تم اپنے کیے کی سزا جہنم کے عذاب کی شکل میں پا کر رہو گے۔ میرے نبی رحمت کی تعلیمات کو اپنے اندھے پن سے داغدار کرنے والو! تم اپنا بوجھ بھی اٹھاؤ گے اور ان کا بھی جن کو تم نے گمراہ کیا ہے۔

یہ تو روزِ قیامت ہوگا، مگر آج بھی......آج بھی اسلام کے نام پر کھڑے اسلام کے مجرمو! یہ نہیں ہوگا کہ تم اسلام کی راہ سے خدا کے بندوں کو روک سکو گے۔ یہ بھی نہیں ہوگا کہ تم شیطان کے ایجنڈے کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکو گے۔ یہ بھی نہیں ہوگا کہ تم الحاد کے سانپ کو اپنے تعصّبات اور اندھے پن کا دودھ پلا کر طاقت پہنچا سکو گے۔

تمھیں توبہ کرنا ہوگی۔ یہی تمھارے لیے واحد راستہ ہے۔ غلطی کا اعتراف کرو گے تو ہدایت کے دروازے کھول دئے جائیں گے۔ اس پر تیار نہیں ہو تو پھر کم ہنسا کرو اور بہت رویا کرو۔ اس لیے کہ خدا کے نام پر کھڑے ہو کر خدا کے دین سے برگشتہ کرنے والے مجرموں کو نہ آسمان کے نیچے کوئی بچا سکتا نہ زمین کے اوپر کوئی پناہ دے سکتا۔ ان ربك سريع العقاب۔

فرح رضوان

سورج اور چاند

آپا نہ جانے کتنی دیر سے شہلا کی کاؤنسلنگ کی سر توڑ کوشش میں لگیں تھیں، لیکن اس کے سر پر تو جیسے ہر صورت ہی میاں سے علیحدگی کا بھوت سوار ہو چکا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اس کی روز بروز بڑھتی ذہنی وجسمانی بیماریوں کی جڑ اس کا شوہر ہی ہے جس نے اس کا بھروسہ بھی توڑا اور گھریلو ذمہ داریوں سے بھی فرار کی راہ پکڑی ہوئی ہے۔

آپا حیران تھیں کہ اچانک سے شہلا کو اپنے شوہر کی تمام خوبیاں کیسے بھول گئیں اور اب اس میں بس ہر طرح کی برائیاں ہی رہ گئی ہیں، اتنی دیر کی مغز ماری کے بعد دونوں طرف کچھ لمحے خاموشی چھائی رہی پھر شہلا کو کچھ یاد آیا تو تیزی سے پہلو بدلتے ہوئے بولی:

''پتہ ہے آپا، میں صرف وکیل کے پاس سیدھی نہیں چلی گئی تھی اپنا طلاق کا کیس فائل کرنے، بلکہ ایک ماہر نفسیات پاس بھی ہو آئی کہ چلو میری کوئی خرابی ہے تو مجھے خاموشی سے پتہ چل جائے۔ حالانکہ فیس بہت تگڑی ہے اس کی۔

آپا کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اپنی، حیرت کو چھپانے پر ساری قوت لگا دیں، یا صبر کے ساتھ شہلا کی حماقتوں کی داستان سننے پر۔ ابھی مخمصے میں ہی تھیں کہ شہلا، جو پانی پینے کے لیے ذرا دیر کو چپ ہوئی تھی، پھر بول پڑی؛ ''پتہ ہے آپا، میری زندگی کے بارے میں سن کر اس کی تو آنکھوں میں یہ موٹے موٹے آنسو آ گئے تھے، اس نے مجھے کہا شہلا آپ بہت صابر ہیں، کوئی اور ہوتا تو نہ جانے کیا کر لیتا، آپ تو بہت بہادر ہیں۔ پھر اسی نے مجھے مشورہ دیا کہ تمھارے شوہر ارشد پہلے تو واقعی اچھے تھے، جیسے ایک تازہ سیب ہوتا ہے، جو ہر طرح سے فائدہ مند ہے، لیکن اب وہ ایک سڑا ہوا سیب ہے تو تم سڑے گلے سیب کا کیا کرو گی؟ میں نے کہا؛ اے بھئی! کچرے میں پھینک

دوں گی اور کیا کروں گی ورنہ تو گھر میں بدبو الگ، اوپر سے مکھیاں آ جائیں گی اور دس طرح کی بیماریاں لائیں گی۔"

ہیں......آپا کی حیرت دیکھنے والی تھی......شہلا چہک کر بولی:

"آپا سچی، میرے جواب پر وہ بھی ایسے ہی مجھ سے امپریس ہوگئی تھی، ایک دم مجھ سے بولی، بریلینٹ، ویری امپریسیو، یو آر اے سمارٹ لیڈی شہلا۔ تو پھر پھینک دو یہ سڑا ہوا سیب انتظار کس بات کا کر رہی ہو؟ پھر اس نے اپنی ایک بہت ہی بھروسے کی وکیل کا کارڈ دیا مجھے......"

آپا افسوس سے سرد آہ بھر کر اسے دیکھتے ہوئے بولیں "شہلا میں تو اللہ تعالیٰ کے اس قانون کو جانتی ہوں کہ جو عورت بے سبب اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے، اور جو لوگ میاں بیوی کے درمیان جھگڑے کو ہوا دیں، دونوں سے وہ سخت خفا ہوتا ہے......دونوں ہی کا، دونوں جہانوں میں بھلا نہیں ہوسکتا۔ دیکھو میری بہن، ضرورت کے وقت اگر تم طلاق لو تو یہ تمہارا حق بھی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ تم کو وسعت بھی عطا فرمائیں گے۔ لیکن ابھی تو سوائے عام سی وقتی ناراضی اور محض کسی کھوکھلے شک کی بنا پر اس قدر بڑا فیصلہ نہیں لیا جاسکتا ناں۔

"چلو مان لیا کہ ارشد ایک سڑا ہوا سیب ہے، تو ضروری تو نہیں کہ اسے اٹھا کر کوڑے میں ہی پھینک دیا جائے؟ اسی سیب کو کیاری میں بھی تو لگایا جاسکتا ہے نا، کچھ وقت ضرور لگے گا لیکن اسی ناکارہ سیب کو کارآمد بھی تو بنایا جاسکتا ہے نا! رب العالمین اسی کے مردہ بیج سے زندہ پودا بھی نکال دے گا اسے تناور درخت بھی بنا دے گا اور انگنت ثمرات بھی عطا فرمائے گا۔ بات بس یقین اور صبر کی ہے۔"

شہلا ان کے اس فلسفہ زندگی سے کافی متاثر لگ رہی تھی، گردن ہلاتی ہوئی خود کلامی کے انداز میں بولی "یہ بات مجھے ڈاکٹر نے کیوں نہیں بتائی؟"

ماں جی نے فوراً جواب دیا ''اس لیے کہ کسی کا گھر برباد ہو تو ہو اس کی وکیل دوست کا گھر تو آباد رہے آپس کے ساجھے کاروبار سے انکے گھر تو چلتے رہیں۔''

شہلا کے چہرے پر بدلتے رنگوں سے صاف ظاہر تھا کہ بات اس کو اچھی طرح سمجھ آ چکی ہے، وہ مدھم لہجے میں پھیکی سی ہنسی کے ساتھ بولی ''اب کیا کروں؟''

وہ بولیں: ''دیکھو شہلا ہمارے بزرگ ایک کنبے کو پتا ہے کس بات سے تشبیہ دیتے ہیں؟، وہ کہتے ہیں کہ جوڑے تو آسمانوں پر بنتے ہیں اسی لیے ایک فیملی آسمان پر چاند، سورج اور ستاروں کی مانند ہوتی ہے، ستارے بچوں کی طرح بہت سارے چھوٹے چمکدار، چاند جو گھٹتا بڑھتا ہے ٹھنڈی روشنی پھیلاتا ہے، تاروں کے ساتھ رہتا ہے وہ عورت کی مانند ہے، جو اپنی طبعی کیفیات کے باعث رویوں میں کچھ اسی قسم کے اتار چڑھاؤ کا شکار ہوتی رہتی ہے، اس کی محبت بھی اکثر گھٹتی اور پھر مکمل آب وتاب سے چمک اٹھنے والی ہوتی ہے، اور گھر کے مرد کا کردار سورج کا سا۔ مانا کہ دونوں کا کردار اور ذمہ جدا جدا سا ہے لیکن عورت جو کہ چاند ہے، وہ بھلا سورج کی روشنی کے بنا کیسے روشن رہ سکے گی؟ اور سورج جس کی تپش سے سب گھبراتے ہیں اگر یہ تپش نہ ہو تو ہر سو بیماریاں جراثیم اندھیرا پھیل جائے، نہ پھل پک سکیں نہ فصلیں۔

شہلا خاموشی سے مسکرا کر ''آپ بھی نا آپا......'' کہہ کر رہ گئی۔

ماں جی بولیں: اگر صرف سورج کی تپش اور چبھن ہی پر نظر رکھو گی تو یہ کیسے جان پاؤ گی کہ نظروں کو خیرہ کر ڈالنے والی اس ایک روشنی میں دھنک کے تمام رنگ یکجا ہوئے رکھے ہیں۔ یہ رنگ دیکھنا چاہو تو تم کو ٹھنڈی پھوار بننا پڑے گا، میری بہن،، تبھی تو تمھاری زندگی کے افق پر قوس قزاح اپنے حسین رنگ پھیلا سکے گی نا۔''

مبشر نذیر

ترکی کا سفرنامہ (43)

سیدنا نوح علیہ الصلوۃ والسلام کی دعوت

سیدنا نوح علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے میں ایک بہت بڑے طوفان کی خبر ہمیں مذہبی صحائف سے ملتی ہے۔ اس کی جو تفصیلات قرآن مجید نے بیان کی ہیں، یہاں ہم وہ پیش کر رہے ہیں:

جب ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ (انہوں نے کہا:) "میں تمہیں صاف صاف خبر کرنے والا ہوں کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو ورنہ مجھے اندیشہ ہے کہ ایک دن تم پر درد ناک عذاب آئے گا۔" جواب میں ان کی قوم کے سرداروں، جنہوں نے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا تھا، نے کہا: "ہمارے خیال میں تم ہمارے جیسے انسان ہی ہو۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہماری قوم میں سے بس ان لوگوں نے جو ہمارے ہاں ذلیل تھے، بغیر سوچے سمجھے تمہاری پیروی کر لی ہے۔ ہمیں تم میں کوئی ایسی بات نظر نہیں آ رہی جس میں تم ہم سے بہتر ہو۔ بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا ہی سمجھتے ہیں۔

انہوں نے فرمایا: "اے میری قوم! دیکھو میں تو اپنے رب کی طرف سے (آفاق و انفس کی) روشن دلیل پر قائم تھا اور اس نے اپنے پاس سے مجھے رحمت (نبوت) عطا فرمائی۔ اب اگر تمہیں یہ نظر نہیں آ رہی تو ہم تمہیں اسے ماننے پر کیسے مجبور کر سکتے ہیں؟ اے میری قوم! میں اس کام کے بدلے تم سے کوئی مال نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے۔ میں ان لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹانے سے بھی رہا جو ایمان لے آئے ہیں۔ وہ تو اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں۔ مگر میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم جہالت برت رہے ہو۔ اے میری قوم! اگر میں ان (کمزور) اہل ایمان

کو دھتکار دوں تو خدا کی پکڑ سے مجھے کون بچائے گا؟ تمہاری سمجھ میں کیا اتنی سی بات نہیں آتی؟ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، نہ یہ کہتا ہوں کہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں، اور نہ ہی میرا یہ دعوی ہے کہ میں فرشتہ ہوں، میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ جنہیں تمہاری آنکھیں حقارت سے دیکھتی ہیں، انہیں اللہ نے کوئی بھلائی نہیں دی۔ ان کے نفس کا حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اگر میں ایسا کہوں گا تو ظالم ہوں گا۔

وہ کہنے لگے: "اے نوح! تم نے ہم سے بحث کر لی اور بہت کر لی۔ اگر تم سچے ہو تو وہ عذاب لے آؤ جس کی تم دھمکی دیتے ہو۔" انہوں نے کہا: "وہ تو اللہ ہی لائے گا، اگر چاہے گا۔ تم اسے روکنے کی طاقت نہیں رکھتے ہو۔ اب اگر میں تمہاری مزید خیر خواہی کرنا بھی چاہوں تو میری خیر خواہی تمہارے کام نہ آ سکے گی جبکہ اللہ نے تمہیں اس راہ پر چھوڑ دینے کا ارادہ کر لیا ہے۔ وہی تمہارا رب ہے اور اسی کی طرف تمہیں لوٹنا ہے۔۔۔۔

نوح کی طرف وحی کی گئی کہ تمہاری قوم میں سے جو لوگ ایمان لانے والے تھے، وہ ایمان لا چکے اب مزید لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ اب تم ان کے اعمال پر غم کرنا چھوڑ و اور ہماری نگرانی میں ہماری وحی کے مطابق ایک کشتی بنانی شروع کرو۔ دیکھو، جن لوگوں نے ظلم کیا ہے، ان کے حق میں مجھ سے کوئی سفارش نہ کرنا۔ یہ سب کے سب اب ڈوبنے والے ہیں۔

نوح کشتی بنانے لگے۔ ان کی قوم کے سرداروں میں سے جو کوئی ان کے پاس سے گزرتا تھا، ان کا مذاق اڑاتا تھا۔ انہوں نے فرمایا: "اگر تم ہمارا مذاق اڑا رہے ہو تو پھر ہم بھی اسی طرح تمہارا مذاق اڑائیں گے۔ عنقریب تمہیں علم ہو جائے گا کہ کس پر وہ عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کر دے گا اور کس پر وہ بلا آن پڑے گی جو ٹالے نہ ٹلے گی۔ یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ گیا اور وہ خاص تنور ابل پڑا تو ہم نے کہا: "ہر قسم کے جانوروں کا ایک ایک جوڑا کشتی پر رکھ لو۔ اپنے گھر والوں کو

ساتھ لے لو سوائے ان افراد کے جن کی نشاندہی کی جا چکی ہے اور اہل ایمان کو بھی ساتھ بٹھا لو۔ "نوح پر ایمان لانے والوں کی تعداد قلیل تھی۔

نوح نے کہا: "اس میں سوار ہو جاؤ۔ اللہ کے نام کے ساتھ ہی اس کا چلنا بھی ہے اور ٹھہرنا بھی۔ میرا رب بڑا غفور و رحیم ہے۔" کشتی ان لوگوں کو لے کر پہاڑ جتنی بڑی بڑی لہروں میں چلنے لگی۔ نوح کا ایک بیٹا دور فاصلے پر تھا۔ نوح نے پکار کر کہا: "بیٹا! ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ، ان کفار کے ساتھ نہ رہو۔" اس نے پلٹ کر جواب دیا: "میں ابھی پہاڑ پر چڑھ جاتا ہوں، جو مجھے پانی سے بچا لے گا۔" نوح نے کہا: "آج کوئی چیز اللہ کے حکم سے بچانے والی نہیں ہے سوائے اس کے کہ اللہ ہی کسی پر رحم فرمائے۔" اتنے میں ایک موج ان دونوں کے درمیان حائل ہو گئی اور وہ بھی ڈوبنے والوں میں شامل ہو گیا۔

(کچھ عرصے بعد) حکم ہوا: "اے زمین! سارا پانی نگل جاؤ اور اے آسمان! رک جاؤ۔ پانی زمین میں جذب ہونے لگا، معاملہ ختم کر دیا گیا اور کشتی "جودی" پر رک گئی۔ کہہ دیا گیا: "دور ہو گئی ظالموں کی قوم۔" نوح نے اپنے رب کو پکارا: "اے رب! میرا بیٹا بھی میرے گھر والوں میں سے تھا۔ تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب حاکموں ے بڑا اور بہتر حاکم ہے۔" فرمایا: "اے نوح! وہ تمہارے گھر والوں میں سے نہیں تھا۔ وہ تو ایک بگڑی ہوئی شخصیت تھی۔ لہذا تم اس کی درخواست نہ کرو جس کی حقیقت کا تمہیں علم نہیں ہے۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ جاہلوں جیسا رویہ اختیار نہ کرنا۔" انہوں نے عرض کیا: "اے میرے رب! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میں وہ چیز مانگوں جس کا مجھے علم نہیں۔ اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا اور رحم نہ فرمایا تو میں برباد ہو جاؤں گا۔

حکم ہوا: "اے نوح! اتر جاؤ۔ ہماری طرف سے سلامتی اور برکتیں ہیں تمہارے لئے اور ان گروہوں کے لئے جو تمہارے ساتھ ہیں۔ کچھ گروہ ایسے بھی ہیں جن کو ہم کچھ مدت کے لئے

ساما ن زندگی بخشیں گے۔ پھرانہیں دردناک عذاب آپہنچے گا۔ (سورہ ہود 11:48-25)

سیدنا نوح علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ واقعہ دراصل اللہ تعالی کے اس قانون کا معلوم تاریخ میں پہلا اطلاق تھا جسے "دینونت" کہا جاتا ہے۔اللہ تعالی نے آخرت میں ہر انسان کے ساتھ جزا وسزا کا جو معاملہ کرنا ہے، اس نے متعدد بار وہی معاملہ بعض اقوام کے ساتھ دنیا میں کر کے دکھا دیا تا کہ لوگوں کو یہ یقین آ جائے کہ ان کے ساتھ آخرت میں یہ سب ہونے والا ہے۔ دینونت کی اس تاریخ کو مذہبی صحائف میں محفوظ کر دیا گیا تا کہ جو عبرت پکڑنا چاہے، اس کے لئے یہ مواد موجود ہو۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا نوح علیہ الصلوۃ والسلام کے طوفان کا ذکر نہ صرف بائبل اور قرآن مجید میں موجود ہے بلکہ ہندو مذہب کی کتابوں میں بھی ایک عظیم طوفان کا ذکر ملتا ہے۔ یہی معاملہ جنوبی امریکہ کے ریڈ انڈینز کا ہے۔ ان کی مذہبی داستانوں میں بھی ایک عظیم طوفان کا تذکرہ موجود ہے۔ اس دینونت کی تاریخ کو میں نے اپنے سفرنامے "قرآن اور بائبل کے دیس میں" میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس پر موضوع پر سلائیڈ شو کی شکل میں ایک پریزنٹیشن بھی میری ویب سائٹ پر موجود ہے۔

دور جدید میں کوہ ارارات پر بہت سی مہمات بھیجی گئی ہیں تا کہ کشتی نوح کی باقیات کا پتہ چلایا جا سکے۔ پہاڑ پر ایک چٹان ایسی ملی ہے جس کے بارے میں خیال ہے کہ یہ کشتی کا فوسل ہے۔ حقیقت جو بھی ہو بہر حال اللہ تعالی نے یہ نشانیاں روئے زمین پر بکھیر دی ہیں۔ اب ہر انسان کی مرضی ہے۔ چاہے تو وہ ان واقعات کو محض داستانیں سمجھ کر نظر انداز کر دے اور چاہے تو ان سے سبق سیکھ کر خدا کا بندہ بن جائے۔

پروین سلطانہ حنا

غزل

زندگی سے نبھا کے چلتی ہوں
کام بگڑے بنا کے چلتی ہوں

کوئی پتھر پڑا ہو، راہوں میں
راستے سے ہٹا کے چلتی ہوں

ایک نسبت رہی اجالوں سے
ظلمتوں کو مٹا کے چلتی ہوں

دل کا دامن الجھ نہ جائے کہیں
خواہشوں کو دبا کے چلتی ہوں

وہ جو مالک نے مجھ سے جوڑے ہیں
سارے رشتے نبھا کے چلتی ہوں

کوئی کانٹے بچھائے رستے میں
اپنا دامن بچا کے چلتی ہوں

اجر پاتے ہیں، حوصلے والے
زخم دل کے چھپا کے چلتی ہوں

تاجدارِ حرم کی پیرو ہوں
دشمنی کو بھلا کے چلتی ہوں

ہے ہواؤں سے دوستی میری
گردِ غم کو اڑا کے چلتی ہوں

یہ حنا وقت کی ضرورت ہے
راستے خود بنا کے چلتی ہوں

ابو یحییٰ کی کتابیں

آخری جنگ

شیطان کے خلاف انسان کا اعلان جنگ

حکمت کی باتیں

حکمت کی وہ باتیں جو دنیا و آخرت میں کامیابی کی ضامن ہیں

ملاقات

اہم علمی، اصلاحی، اجتماعی معاملات پر ابو یحییٰ کی ایک نئی فکر انگیز کتاب

کھول آنکھ زمین دیکھ

مغرب اور مشرق کے سات اہم ممالک کا سفرنامہ

جب زندگی شروع ہوگی

ایک تحریر جو ہدایت کی عالمی تحریک بن چکی ہے

قسم اس وقت کی

ابو یحییٰ کی شہرہ آفاق کتاب ''جب زندگی شروع ہوگی'' کا دوسرا حصہ

Please visit this link to read all articles and books of Abu Yahya free online.

www.inzaar.org

To get Abu Yahya Quotes Join us on twitter:

Twitter ID: @AbuYahya_inzaar

To read Abu Yahya articles regularly Join us on Facebook

Abu Yahya Page: www.facebook.com/abuyahya.inzaar

Abu Yahya Account: www.facebook.com/abuyahya.jzsh

Join us on Youtube

Search inzaar on YouTube to see our audios and lectures

To get monthly books, CDs/USB and Inzaar's monthly magazines at home anywhere in Paksitan, contact # 0332-3051201 or 0345-8206011

To participate in online courses, visit www.inzaar.org/online-courses/

To get any other information, email to globalinzaar1@gmail.com

Following material in audio form is available on USB/CD:

Quran Course by Abu Yahya

Quran Translation and Summary by Abu Yahya

Islahi Articles

Jab Zindagi Shuru Hogi (book)

Qasam Us Waqt Ki (book)

Aakhri Jang (book)

Monthly
INZAAR
JUN 2017
Vol. 05, No. 06
Regd. No. MC-1380
Publisher: Rehan Ahmed Printers: The Sami Sons Printers,
25-Ibrahim Mansion, Mill Street, Pakistan Chowk, Karachi